U32268 Date 30-12-03

Title - GULDASTA-E-MUSHAYRA; MUNAQADA 30 OCTOBER 1942.

Creator - Murattibs Abul Irfan Fazaayee.

Publisher - National War Front (Ajmer).

Date - 1942

Pages - 104

Subjects - Mushayre; Urdu Shayari - Intikhab Kalaam Shora.

نیشنل وار فرنٹ اجمیر میرواڑہ

مشاعرہ کمیٹی
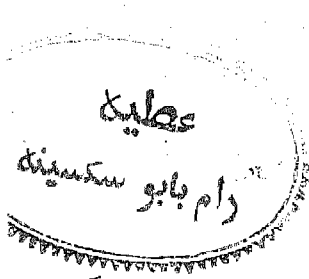
(۱) عالی جناب غفران احمد صاحب فاروقی آئی۔سی۔ایس
پراونشل آرگنائزر نیشنل وار فرنٹ اجمیر میرواڑہ، کنوینر۔

(۲) خان بہادر عبدالقیوم خانصاحب بی۔اے۔ ایریا راشننگ اتھارٹی اجمیر۔

(۳) رائے صاحب جواہرلال راوت ایم۔اے۔ ایل ایل بی سٹی مجسٹریٹ و
جنرل سکریٹری نیشنل وار فرنٹ اجمیر میرواڑہ

(۴) خان بہادر سید رضا حسین صاحب بی۔اے۔ایل۔ٹی ہیڈ ماسٹر
معینیہ اسلامیہ (گورنمنٹ) ہائی اسکول اجمیر۔

(۵) سیّد علی حیدر صاحب سپرنٹنڈنٹ ایجوکیشن بورڈ اجمیر۔

(۶) سیّد محمد الیاس صاحب رضوی لیڈر نیشنل وار فرنٹ اجمیر۔

(۷) مولانا خواجہ سید عبدالباری معنی اجمیری ناظر محکمہ اوقاف سرکار عالی نظام دکن۔

(۸) ابوالعرفان محمد حبیب اللہ قضائی ناظم شعبہ دینیات معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول اجمیر۔

پیش کش

رشتۂ جمع و ترتیب سے بندش کے بعد شعر و سخن کے گلہائے رنگا رنگ کا یہ تازہ گلدستہ
جو اس عالمگیر جنگ کے ایام میں راجپوتانہ کے شعرائے کے جذبات کا مظہر ہے
اور اجمیر میرواڑہ کے قومی محاذ جنگ کی ادبی یادگار ہے
ارباب مشاعرہ کی جانب سے
عالیجناب صاحبزادہ خورشید احمد خانصاحب آئی۔سی۔ایس چیف کمشنر بہادر اجمیر میرواڑہ
کی
بارگاہ لطافت پسند میں حضور ممدوح الشان کی اجازتِ خاص سے پیش کرنے کا فخر
حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اجمیر میرواڑہ میں لوکل گورنمنٹ کے مرکز و منتہا کی حیثیت سے
ذات والا کی طرف سے قبولیت کا شرف اس دستۂ گل میں رنگ و بو پیدا کر سکتا ہے

ع کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

نیاز مشرب:۔ ابو العرفان محمد حبیب اللہ فضائی

اجمیر شریف مارچ ۱۹۴۳ء
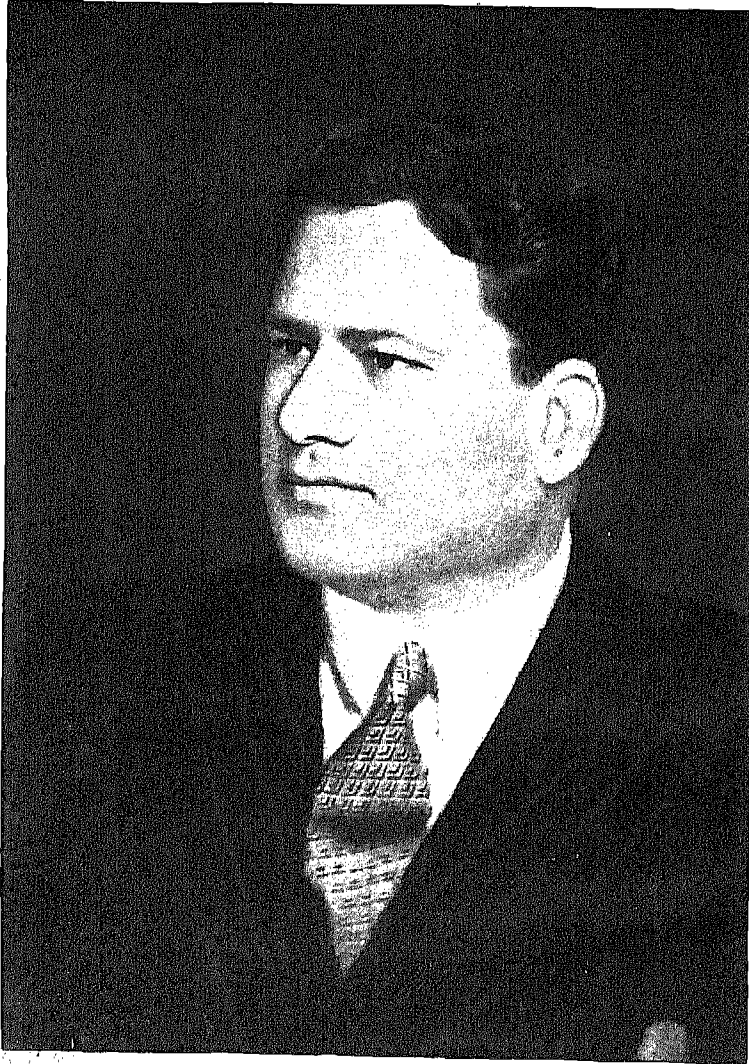
عالی جناب صاحبزادہ خورشید احمد خانصاحب بہادر آئی – سی – ایس –
چیف کمشنر – اجمیر میرواڑہ – اجمیر –

گلدستۂ مشاعرہ
قومی محاذ جنگ اجمیر
منعقدہ ۳۰،۵ اکتوبر ۱۹۴۲ء
مرتبہ
ابو العرفان فضائی
حسب الحکم
عالی جناب غفران احمد صاحب فاروقی آئی سی ایس ڈپٹی کمشنر
و پراونشل آرگنائزر نیشنل وار فرنٹ اجمیر میرواڑہ اجمیر
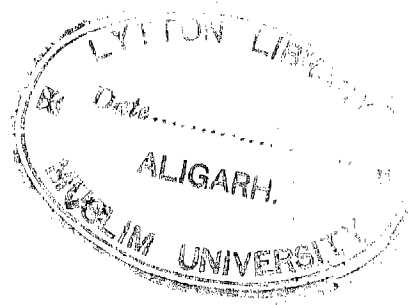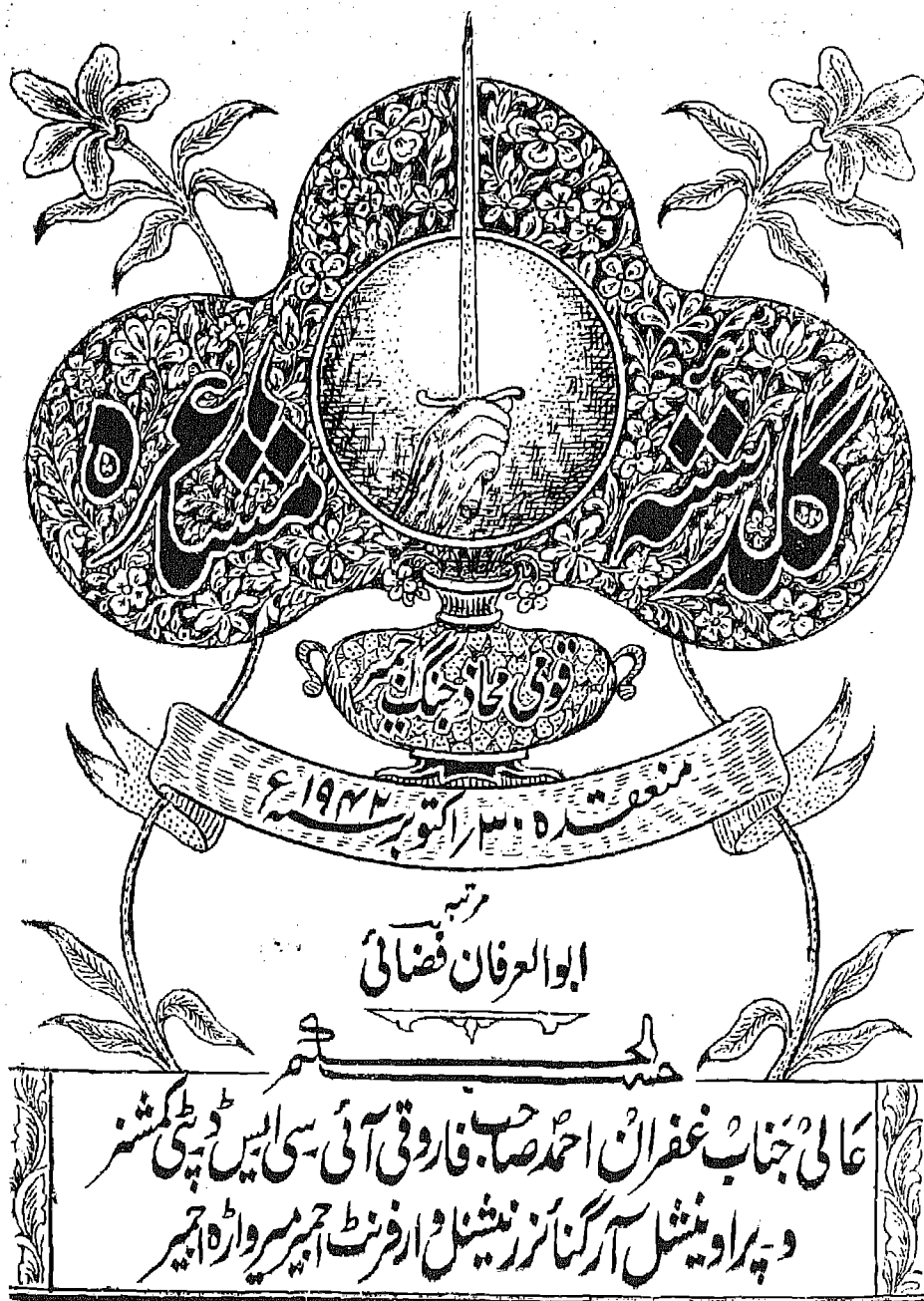
فہرست گلدستۂ مشاعرۂ نیشنل وار فرنٹ اجمیر

غزلیات موصولہ

ابتدائے کار

۱۸؍ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو اتوار کے روز ۵ بجے عالیجناب غفران احمد صاحب فاروقی اسسٹنٹ کمشنر اجمیر میرواڑہ و پراونشل آرگنائزر نیشنل وار فرنٹ اجمیر میرواڑہ کی کوٹھی پر جناب موصوف کی دعوت وطلب پر مندرجۂ ذیل اصحاب کا اجتماع ہوا

(۱) خان بہادر سید رضا حسین صاحب (۲) سید علی حید ر سپرنٹنڈنٹ انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن بورڈ (۳) مولانا خواجہ سید عبدالباری معنیؔ اجمیری (۴) ابوالعرفان مولوی محمد حبیب اللہ خاں فضائیؔ

جناب فاروقی صاحب نے جلسہ کی صدارت فرماتے ہوئے بیان کیا کہ نیشنل وار فرنٹ کے زیراہتمام ایک مشاعرہ کا اہتمام مدنظر ہے۔ اسوقت اسی مشاعرہ کے باب میں مشورہ کرنا ہے۔

چنانچہ تجویز کیا گیا کہ بتاریخ ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو مقامی اور راجپوتانہ کے شعرا کو مدعو کیا جائے۔ مشاعرہ کی نوعیت ادبی ہو لیکن صنفِ نظم پر قادر الکلام شعراء وار فرنٹ کے مقاصد پر نظمیں بھی پڑھیں۔ غزل کی طرح کے لیئے یہ مصرع تجویز ہوا:۔ ع "نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری"

طے کیا گیا کہ مشاعرہ کی دعوت عام نہ ہو بلکہ کہنہ مشق شعرا اور اساتذہ کو بلایا جائے۔ مقام مشاعرہ "انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن بورڈ کا ہال" ہو اور مشاعرہ کی صدارت کیلئے رائے بہادر پنڈت امرناتھ اٹل صاحب کو جیپور سے دعوت دیجائے۔

شعراء کی ایک فہرست مرتب کیگئی جسمیں اجمیر سے ۳۲-بیاور سے ۴-کوٹہ سے ۲-جے پور سے ۱۲ اور ٹونک سے ۱۲ نام تھے۔ دعوت نامہ تیار کیا گیا اور اجرائے دعوت اور پوسٹروں کی طباعت کی تجویز منظور ہوئی۔ مقامی شعراء کی فہرست پر نظرثانی کرنے کیلئے مولانا معنیؔ اور مولانا فضائیؔ صاحب پر مشتمل ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔ دوسرے روز اس سب کمیٹی نے بمشورۂ سید محمد الیاس صاحب رضوی مزید غور کے بعد سابقہ فہرست کو بادنیٰ تغیر برقرار رکھا۔

۲۵؍ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو مشاعرہ کمیٹی کی دوسری نشست سے پہلے دعوت نامے جاری کردیئے گئے تھے

اور رائے بہادر پنڈت امرناتھ اٹل آفضل الشعراء افصح الملک حضرت جاتم۔ ناظم الملک مولانا اطہر ہاپوڑی اور دوسرے معزز شعراء سے مولانا فضائی کی مراسلت جاری تھی۔

مشاعرہ کمیٹی کی دوسری نشست میں جو ۲۵ر اکتوبر ۱۹۴۲ء کو اسسٹنٹ کمشنر صاحب کے بنگلہ پر منعقد ہوئی۔ خان بہادر عبدالقیوم خانصاحب۔ رائے صاحب جواہرلال سٹی مجسٹریٹ جنرل سکریٹری وار فرنٹ۔ سید محمد الیاس صاحب لیڈر وار فرنٹ۔ سید علی حیدر اور مولانا فضائی صاحب شریک ہوئے خان بہادر سید رضا حسین صاحب سفر دہلی اور مولانا معنی علالتِ طبع کے باعث تشریف نہ لا سکے۔ جلسہ کی صدارت فاروقی صاحب نے فرمائی۔ اس جلسہ میں تقسیم عمل کی بابت مندرجۂ ذیل تجاویز منظور ہوئیں

(۱) خان بہادر عبدالقیوم خانصاحب ڈسٹرکٹ ڈاک بنگلہ میں مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام فرمائیں۔

(۲) رائے صاحب جواہرلال سکریٹری وار فرنٹ مہمانوں کیلئے سواریوں اور مقامی شعراء کیلئے لاریوں کی فراہمی کے احکام جاری کریں۔

(۳) سید علی حیدر صاحب مشاعرہ کے ہال میں فرش فروش اور آرائش کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لیں اور مہمانوں کے سفر خرچ کا حساب رکھیں

(۴) مولانا فضائی صاحب مناسب آدمیوں کو ساتھ لیکر مہمانوں کے استقبال۔ ڈاک بنگلہ میں انکی رہائش اور عام متواضعانہ میزبانی کے فرائض انجام دیں اور مشاعرہ کا پروگرام مرتب کریں۔

(۵) اراکین مشاعرہ کمیٹی بزم مشاعرہ میں شعرائے کرام۔ عمائدین شہر اور عام معززین کی نشستوں کی دیکھ بھال۔ استقبال اور چاء وغیرہ سے تواضع کیلئے اشتراک عمل کریں۔

(۶) محترم فاروقی صاحب نے صدر مشاعرہ کا استقبال وغیرہ بنفس نفیس اپنے اور خان بہادر سید رضا حسین صاحب کے ذمہ لیا۔

چونکہ مشاعرہ میں راجپوتانہ کے منتخب شعراء کو دعوت دیگئی تھی۔ قرارداد یہ تھی کہ مقامی شعراء میں سے مشہور اور نامبردہ شعراء بقیہ شعراء اجمیر کی نمائندگی کریں گے لیکن بعض حوصلہ مند بچوں اور جواں دل شاعروں کے شوق اور اصرار نے مشاعرہ کمیٹی کو مجبور کیا کہ مقامی شعراء کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اسلئے ان کے پاس خاطر سے ۲۹ر اکتوبر کو مزید دعوت نامے جاری کئے گئے۔ فقط۔

سید علی حیدر سپرنٹنڈنٹ دفتر راجپوتانہ انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن بورڈ۔

کیفیت بزم مشاعرہ

سید محمد الیاس رضوی کے قلم سے

اجمیر کے سابقہ مشاعرے اگر ہم اجمیر کی سرزمین میں شعر و سخن کی گرم بازاری کا کھوج لگانے کی کوشش کریں تو معلوم ہوگا کہ دربار اکبر شاہ ثانی کے فخر الشعرا میر نظام الدین ممنوں کے عہد صدر الصدوری اجمیر سے لیکر بعد میں برسوں تک سو سال کے عرصہ میں ایسی بہت سی مجالس شعر و سخن برپا رہی ہیں جنمیں اجمیر سے باہر کے مقتدر شعرا نے شرکت کی ہے - یہ اردو زبان کے عہد کا ذکر ہے - ورنہ جہانگیر کے زمانہ قیام اجمیر میں جسکا ذکر دولت شاہ سمرقندی نے کیا ہے - جہانگیر کی شعر و سخن سے دلچسپی لینے والی طبیعت کو ملحوظ رکھا جائے تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس دور میں بھی اجمیر میں مشاعروں کی مجلسیں گرم رہی ہونگی منشی دولت رام صدر امین اجمیر کے عہد میں جو خود شاعر تھے - اور اسکے بعد نواب عبد اللہ خاں مطلب کی سرپرستی میں جنکا یہ شعر شہرۂ آفاق ہے " زمانہ ترا مبتلا ہو رہا ہے ۔ تجھے بھی خبر ہے کہ کیا ہو رہا ہے "

استاد داغ - استاد ظہیر - حضرت مضطر خیرآبادی کے اجتماعات اجمیر میں ہوتے رہے ہیں - ڈپٹی امام الدین علیخاں اثر دیوان درگاہ اور نواب شمس الدین علیخاں کے دور میں بھی شعر و سخن کی مجلسیں گرم رہی ہیں - بعض دفعہ گورنمنٹ کالج اجمیر کے سوشیل گیدرنگ کے سالانہ مشاعرہ میں بھی بیرونی شعرا کو بلایا گیا ہے - چند سال پہلے ایک مشاعرہ کی صدارت مولانا عاشق حسین سیماب اکبرآبادی کر چکے ہیں - حضرت شاغر نظامی بھی اس مشاعرہ میں شریک تھے - ایک سال مشاعرہ نعت کی صدارت صاحبزادہ افتخار علیخانصاحب برادر ہز ہائینس نواب صاحب ٹونک محفل خانہ میں کر چکے ہیں جسمیں حضرت جگر مرادآبادی نے نعت میں اپنی معرکۃ الآرا غزل پڑہی تھی ؎ اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ ۔ ہاں کوئی نظر رحمت الخ

اس مشاعرہ کی اہمیت لیکن ۳۰ر اکتوبر ۱۹۴۲ء کی شب کو راجپوتانہ ایجوکیشن بورڈ کے ہال میں نیشنل وار فرنٹ اجمیر کی جانب سے جو مشاعرہ ہوا وہ اتنا شاندار اور کامیاب مشاعرہ تھا کہ موجودہ دور میں سرزمین اجمیر پر شعرا کے اس اجتماع کا مقابلہ مئی ۱۹۳۹ء کے یوم اقبال کے مشاعرہ سے ہی کیا جا سکتا ہے جو دن کی مجلس تقاریر و مقالات کے علاوہ شب کو غوثیہ ہال اسلامیہ ہائی اسکول میں منعقد ہوا تھا - رائے بہادر پنڈت امرناتھ اٹل ہی اسکے بھی صدر تھے اور بشمول مولوی عبد السلام صاحب خیال مرحوم جیپور کے یہی تمام شعرائے کرام تین چار کے سوا اس مشاعرہ میں بھی تشریف لائے تھے اور ٹونک - بیاور وغیرہ سے بھی بعض شعرا نے شرکت کی تھی - تاہم وار فرنٹ کے اس مشاعرہ کی بعض خصوصیات اسی کا حصہ ہیں - موسم سرد رات کا وقت مشاعرہ کی جگہ شہر سے دور - لوگوں کا خیال تھا کہ مشاعرہ میں خاص اصحاب ذوق ہی

پہونچ سکیں گے۔ مگر نو بجے سے جو سامعین کا ہجوم شروع ہوا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ اسّی اسّی سال کے پیرانہ سال بزرگ بھی مشاعرہ میں پہونچے اور رات بھر بیٹھے رہے۔ کثرتِ اژدحام سے برآمدہ میں فرش بچھوایا گیا اور وہ بھی کافی ثابت نہوا۔

مقصدِ مشاعرہ | نیشنل وارفرنٹ اس جنگ کا خاموش مگر سب سے زیادہ موثر محاذ ہے۔ موجودہ جنگ کی نوعیت ایسی ہے کہ اسلحہات یعنے ہوائی جہاز، مشین گن۔ توپ ٹینک وغیرہ کی جنگ کا محاذ تو صرف میدان جنگ ہے لیکن ایک اور محاذ "اعصابی جنگ" ہے جو ہر جگہ ہر وقت ہر شخص کے ساتھ ہے۔ اس جنگ میں دل و دماغ اور زبان سے کام لیا جاتا ہے۔ جھوٹی افواہیں اُڑا کر لوگوں کو گھبرانا۔ انکے استقلال میں فرق ڈالنا۔ انکے عزمِ مقابلہ کو کمزور کرنا۔ ایسے تمام امور کی جد وجہد دشمن کی طرف سے ہوتی ہے۔ اسکے مقابلہ کیلئے ضروری ہے کہ افواہوں پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ عزم مقابلہ برابر قایم رہے ہمارے ملک کی جو سپاہ میدان جنگ میں گئی ہوئی ہے اسکے لئے سامان جنگ۔ دوسری ضروریات اور راشن کی اشیاء کی تیاری کا کام مسلسل ہوتا رہے۔ قوم میں اپنی مدافعت اور دشمن پر فتح حاصل کرنے کا عزم راسخ پیدا کر دیا جائے۔ اس اعتبار سے قوم کا ہر فرد ایک سپاہی ہے اور ہر طبقہ کے آدمی کو اسمیں کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہے۔

تمام ممالک میں ازمنۂ قدیم سے شعراء کو جنگ سے گہرا تعلق رہا ہے۔ عرب کے شعراء خاص طور پر اس باب میں مشہور ہیں جنہوں نے لڑنے والے بہادروں کو جوش دلا کر کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ ہندوستان میں قوم کے عزم و ارادہ کو اس مرکز پر قایم رکھنا ہے کہ ہم اپنی حفاظت ہر صورت سے کرینگے اور ہماری فتح یقینی ہوگی۔ انہیں مقاصد کو تقویت پہونچانے کیلئے نیشنل وارفرنٹ کی جانب سے یہ مشاعرہ منعقد کیا گیا تھا۔

مہمانوں کی آمد | ۲۹ر اکتوبر ۱۹۴۲ء کو رات کے دس بجے شعرائے ٹونک افضل الشعرا افصح الملک حضرتِ جام شاعر دربار ٹونک کی رفاقت میں ریاست کی لاری میں واردِ اجمیر ہوئے جنکو ہز ہائینس نواب صاحب ٹونک نے اپنے لطفِ خسروانہ سے اس مشاعرہ میں روانہ فرمایا تھا۔ ۳۰ر کی صبح کو میل ٹرین سے کپتان سید ضامن علی صاحب ناظم الملک۔ مولانا اطہر اور بعض دوسرے مہمان گاڑی سے اُترے۔ مولانا ضامن کے سوا تمام مہمانوں کو ڈسٹرکٹ ڈاک بنگلہ میں ٹھیرایا گیا جہاں مہمانی کیلئے خان بہادر عبدالقیوم خانصاحب کے برادر عزیز عبدالمجید خانصاحب اور مولانا فضائی موجود تھے۔ ۳۰ر کی شام کو ۹ بجے صدرِ مشاعرہ رائے بہادر پنڈت امرناتھ اٹل اپنے سیلون میں تشریف لائے۔ آپکے ساتھ اسی ٹرین میں دوسرے معزز شعرائے جیپور تھے اسٹیشن پر داعیٔ مشاعرہ جناب فاروقی صاحب۔ خان بہادر سید رضا حسین صاحب اور مولانا فضائی صاحب نے صدر محترم اور دیگر مہمانوں کو خوش آمدید کہا

تشکیلِ بزم | بورڈ آفس کے ہال کو سید علی حیدر صاحب کے حسن انتظام میں وارفرنٹ کی تصاویر وغیرہ سے آراستہ کیا گیا تھا

نشست کی ترتیب قالین پر مشرقی انداز میں تھی - مسند صدارت کے قریب داہنی جانب اور سامنے شعرائے کرام کی نشست تھی
اور بائیں جانب عمائدین شہر تشریف فرما تھے - حاضرین میں اراکین مشاعرہ کمیٹی کے علاوہ رائے بہادر سیٹھ بھاگ چند سونی
او بی - ای - ایم - ایل - اے - دیوان بہادر منشی ہربلاس سارداجو اجمیر کے پرانے مشاعروں میں بھی شریک ہوا کرتے تھے -
رائے بہادر منشی مٹھن لال بھارگو - ٹھاکر اونکار سنگھ صاحب - شفاء الملک حکیم محمد حبیب اللہ خان - خانصاحب میر محمد حسین چشتی -
منشی برہم دت بھارگو جنرل منیجر جنرل انشورنس سوسائٹی - مسٹر مہندر سنگھ اہلووالیہ منیجر نیو انڈیا انشورنس - مسٹر نند کشور جوشی ہیڈ ماسٹر
گورنمنٹ ہائی اسکول اجمیر - خانصاحب اے - این - ڈیوڈ - منشی ولایت حسین صاحب - خان بہادر مولوی عبدالواحد خانصاحب پبلک
پراسیکیوٹر - خان بہادر مولوی سید عبدالوحید صاحب پروفیسر میو کالج - سید عبدالباقی صاحب ایم - اے - مولانا حکیم نصیر الدین صاحب ندوی
اجمیری - سیٹھ اللہ رکھا علی محمد عرف سیٹھ دادوں - وکلائے اجمیر کے معزز افراد اور ہائی اسکولوں کے اساتذہ ممتاز نظر آرہے تھے
صدر کے داہنی جانب ایک کمرہ میں پردہ نشین خواتین کی نشست کا بھی انتظام تھا

بزم مشاعرہ | پونے دس بجے بانی مشاعرہ عالیجناب فاروقی صاحب نے اپنی مہر و اخلاص میں ڈوبی ہوئی دلچسپ تقریر سے
مہمانوں کو خوش آمدید کہا - اسکے بعد صدر محترم مسند پر تشریف لائے اور اپنی صدارتی تقریر میں انعقاد بزم پر روشنی ڈالتے ہوئے
صدارت کیلئے اراکین مشاعرہ کا شکریہ ادا کیا - پھر صدر محترم نے مولوی عبدالسلام صاحب خیال مرحوم کی تعزیت کی تجویز
پیش فرمائی - اسکے بعد شعراء نے وار فرنٹ کے موضوع پر نظمیں اور ادبی طرح پر غزلیں سنانی شروع کیں - تمام حاضرین ذوق
وانہماک کے ساتھ مشاعرہ سنتے رہے - صدر محترم مشاعرہ کے بعض کامیاب اشعار پر نشان لگاتے رہے - محترم فاروقی صاحب نے اپنے
دست خاص سے بعض شعرائے کلام کی نقلیں لکھیں - الغرض جنگی تقریروں کیلئے برلن میں جرمنی کے فیوہرر ہر ہٹلر کا بلایا ہوا رشتاغ
کا اجلاس بھی اسقدر دلچسپ نہ ہوا ہوگا جسقدر دلچسپ اور کامیاب مشاعرہ کا یہ اجلاس تھا - ؎

بہ نیم شب کہ ہمہ مست خواب خوش باشند :: من و خیال تو و نالہ ہائے درد انگیز

اختتام مشاعرہ | مولانا اطہر ہاپوڑی کی غزل کے بعد حضرت جام شاعر دربار ٹونک نے ایک غیر طرح غزل ارشاد فرمائی
مولانا سید ضامن علی صاحب الہ آبادی نے غزل پڑھنے سے پہلے شرکت و دعوت مشاعرہ پر تحسین و شکریہ کے کلمات فرمائے
اور جناب فاروقی صاحب بانی مشاعرہ کے استاذ محترم ہونے کی حیثیت سے موصوف کو دعائیں دیں - ٹھیک ساڑھے چار بجے
جام صاحب نے نواب صاحب بہادر ٹونک کی غزل پڑھی جو مشاعرہ کا جام آخر تھی - مشاعرہ کے کیف سے لوگ ابھی جھوم رہے تھے
کہ جام صاحب نے ایک نعتیہ تضمین سنا کر اہل بزم کو عقیدت مندانہ جذبات سے بیخود بنا دیا - آخر میں صدر محترم نے نواب صاحب بہادر
ٹونک کے الطاف خسروانہ کے شکریہ کی برمحل تجویز پیش فرمائی - ختم مشاعرہ پر چائے نوشی ہوئی اور میر مجلس محترم فاروقی صاحب نے
شعرائے کرام سے تلطف و مدارات کا اظہار فرمایا جسکے جواب میں مہمانان عزیز حالاً وقالاً یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے :-

" کرم کردی الٰہی زندہ باشی "

تقریر افتتاحیہ

عالیجناب غفران احمد صاحب فاروقی آئی سی ایس اسسٹنٹ کمشنر اجمیر میرواڑہ پراونشیل آرگنائزر نیشنل وار فرنٹ اجمیر میرواڑہ اجمیر بانی مشاعرہ

شعرائے کرام و معزز حاضرین بزم

میں آپ سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ حضرات نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود اس مشاعرہ کو کامیاب بنانے کی غرض سے یہاں تشریف لانے کی زحمت گوارا کی اور ہمارے مقتدر شعرائے علاوہ فنِ شعر سے لوگوں کو مستفید ہونیکا موقع دینے کے قومی محاذِ جنگ میں ایک نئی صف کا اضافہ کیا جو قدیم فنِ سپہ گری کی اصطلاح میں قلبِ لشکر کا رتبہ رکھتی ہے۔ جب کسی قوم پر کوئی مصیبت آتی ہے اور اسکے افراد کی آزمائش کا وقت آتا ہے تو یہ ذمہ داری شعرا کی ہوتی ہے کہ وہ قوم کی ہمّت کو بڑھائیں اور اسکے افراد کو میدانِ جنگ میں ثابت قدم رکھیں اور جذبۂ حب الوطنی کو زندہ و پائندہ رکھیں۔ مختصراً یہ حیثیتِ خصوصی ہے اس بزم مشاعرہ کی جو آپ حضرات پر پہلے بھی مخفی نہوگی۔

ہمارے معزز مہمانوں میں سے شعرائے کرام میں بہت سی مشہور ہستیوں سے مجھے بدقسمتی سے ذاتی طور پر تعارف حاصل نہیں ہے کہ میں اُنکا فرداً فرداً تذکرہ کروں مگر یہ امر آپ حضرات کے لئے دلچسپی سے خالی نہو گا کہ آج شب کو ہمارے کرمفرماؤں میں ٹونک کے جلیل الشعر حضرت جامؔ اور ادیب* الملک حضرت اخترؔ شیرانی اور جے پور کے ناظم الملک مولوی معشوق حسین صاحب اطہرؔ اور

* ادیب الملک اخترؔ شیرانی مشاعرہ میں تشریف نہ لاسکے آپنے ایک نظم بھیجی ہے جو شاملِ اشاعت ہے۔ فضائیؔ۔

راجپوتانہ کے دیگر مشاہیر شعرا شامل ہیں۔ ہز ہائینس نواب صاحب ٹونک نے بھی اپنے کلام بلاغت نظام کو جام صاحب کی معرفت ارسال فرماکر ہماری عزت افزائی کی ہے اور انکا کلام خصوصاً ہماری توجہ کا خاص طور سے مستحق ہے

اب مجھے بصد احترام اُس ہستی کا ذکر کرنا ہے جس نے اس مشاعرہ کے قیام میں میری خاص طور سے دستگیری اور رہنمائی فرمائی ہے۔ یعنے میرے اُستاذ محترم پروفیسر سید ضامن علی صاحب ضامن الہ آبادی جنکی ذات ستودہ صفات اُردو کے ادبی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ سر تیج بہادر سپرو کے ایسے محسنان زبان اُردو کے ساتھ وہ آج اُردو کی حمایت اور حفاظت کیلئے وہ دقیق خدمات کر رہے ہیں جنکو ہماری قوم اور ہماری زبان کبھی بھول ہی نہیں سکتی۔ حدودِ ادب مانع ہیں کہ میں اس سے زیادہ کچھ اور عرض کرنے کی جرأت کروں۔

میرا آخری اور سب سے خوشگوار فرض یہ ہے کہ میں رائے بہادر پنڈت امرناتھ اٹل صاحب کی کرم گستری کا تذکرہ کروں کہ اُنہوں نے اپنے منصبِ عالی کے اہم مشاغل اور ذمہ داریوں کے باوجود کششِ شعر و سخن سے مجبور ہوکر اور مجھ ناچیز کی سرفرازی کے خیال سے اتنی زحمت گوارا فرمائی کہ یہاں شرکت مشاعرہ کیلئے تشریف لائے اور اس بزم کی صدارت قبول فرماکر ہم سبکو عزت بخشی۔ اجمیر آپکے ان احسانات سے ناآشنا نہیں اور واقعہ تو یہ ہے کہ آپ کی ادب پرستی اور شرافت نے ہم سب کے دلوں پر عرصہ سے قبضہ کر رکھا ہے۔ جیسے بقول سر تیج بہادر سپرو "اُردو زبان اس ملک کے ہندو اور مسلمانوں کا مشترکہ ترکہ ہے" اسی طرح "شعر و ادب نوازی پنڈت صاحب کے خاندان عالی کا موروثی طغرائے امتیاز ہے"

اب میں محترم صدر سے درخواست کرونگا کہ وہ مسندِ صدارت کو زیب دیں اور مشاعرہ کی کارروائی کا آغاز فرمائیں۔

رائے بہادر پنڈت امرناتھ اٹل صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ایل۔ بی۔
وزیر فائنینس ریاست جیپور۔ صدرمشاعرہ۔

تقریر صدارت

عالیجناب رائے بہادر پنڈت امرناتھ اٹل صاحب وزیر فینانس ریاست جیپور صدر مشاعرہ

حضرات محترم!

آپ نے اس روح پرور بزم کی صدارت کیلئے مجھے انتخاب فرمایا۔ اس عزت افزائی کا شکریہ۔ اس قسم کے ادبی جلسوں میں میں ایک خاص کشش محسوس کرتا ہوں۔ جو اس موقعہ پر آپ حضرات کے جذبات محبت کے ساتھ ملکر طرح طرح کی مصروفیت کے باوجود مجھے یہاں کھینچ لائی۔

موجودہ زمانہ کی کشمکش دماغوں پر ایسا غیر معمولی اور ناگوار بوجھ ڈالے ہوئے ہے کہ جسکو کم کرنیکے لئے ایسی صحبتوں کی ضرورت اب سے زیادہ کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ یہاں تھوڑی دیر کیلئے ہی سہی اس تمام دنیا پر چھائی ہوئی پریشانی سے بچکر روح کو آرام اور دماغ کو سکون میسر آسکتا ہے۔ کیونکہ شعر کی دنیا ایک عالم ہی دوسرا ہے جسکی بلندی تک ہماری اس دنیا کے شور و شر کی آوازیں نہیں پہونچ سکتیں۔

یہ بزم جیساکہ آپ حضرات کو معلوم ہے نیشنل وار فرنٹ کے منتظمین کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ آجکل ہندوستان اور ہندوستانیوں کے فائدے کیلئے ہندوستان کی قوموں میں باہم اتفاق اور دوستی کی جسقدر ضرورت ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے اور نیشنل وار فرنٹ کے قایم ہونیکا اصلی مقصد یہی ہے۔

زندگی کی ضروریات میں زبان ایسی چیز ہے جسکے بغیر کسی فرد اور کسی قوم کا کام نہیں چل سکتا اور جہاں زبان ایک ہو وہاں قوموں میں میل جول اور دوستی کے قدرتی اسباب مہیا ہونیکی وجہ سے یونائیٹڈ فرنٹ یا نیشنل فرنٹ آسانی سے بن سکتا ہے۔ اسلئے میرے نزدیک موجودہ اختلافات کے طوفان میں اُردو ادب ہی وہ سنگ بنیاد ہے جسپر ہندوستان کی مختلف قوموں کے اتحاد کی مضبوط عمارت تیار ہوسکتی ہے جسکے بنانے والے ملک کے شاعر اور ادیب ہی ہیں۔ دُنیا کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ملک کے انقلاب میں شاعروں کا بڑا حصہ رہا ہے۔ افسردہ جذبات کو بھڑکانا۔ بھڑکے ہوئے فتنوں کو دبانا شاعری کا معجزہ ہے۔ اس لحاظ سے میں مشاعرہ کے منتظمین کی موقع شناسی کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا جنکی باریک بیں نظروں نے اس مقصد اتحاد کیلئے اسقدر صحیح طریق کار کا انتخاب کیا اور ہمکو ایسی جگہ لاکر جمع کردیا جہاں ایک زبان اور ایک خیال کی یکرنگی میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے اور جہاں سے میں امید کرتا ہوں ہر شخص یگانگت اور باہمی محبت کا ایک مستقل احساس اپنے ساتھ لیکر جائیگا۔

تجویز تعزیت مولوی عبدالسّلام صاحب خیالؔ مرحوم

منجانب صدارت

ٹونک۔ جے پور۔ اجمیر اور راجپوتانہ کے دوسرے مقامات کے شعرا اور ارباب علم کا یہ جلسہ اُردو کے مایۂ ناز اُستاد مولوی عبدالسّلام صاحب خیالؔ مرحوم کی مفارقت کو انتہائی رنج وغم کے ساتھ محسوس کرتا ہے۔

اس مجلس کی رائے ہے کہ خیالؔ مرحوم کے وفات پاجانے سے صوبۂ راجپوتانہ کے اصحابِ سخن اور اربابِ علم کی جماعت میں جو جگہ خالی ہوئی ہے اُسکے پُر ہونے کیلئے خیالؔ جیسا آدمی مدتوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اور خیال کا انتقال نہ صرف صوبۂ راجپوتانہ کیلئے ناقابلِ تلافی نقصان ہے بلکہ تمام ملک کی اُردو اور علمی دنیا کیلئے ایک سانحۂ عظیم ہے۔

یہ جلسہ مولانا خیالؔ مرحوم کے پس ماندگان۔ اُن کے احبا اور اُنکے شاگردوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اور موصوف کی روح کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی سے موصوف مرحوم کیلئے اجرِ جزیل کا طلبگار ہے۔

ہشدار کہ اربابِ نظر کہتے ہیں
جو عیش سے گھروں میں آرام سے رہتے ہیں
در اصل ہیں وہ امن و اماں کے حقدار
جو ہاتھ میں تلوار لئے رہتے ہیں
عاصم
حصہ نظم
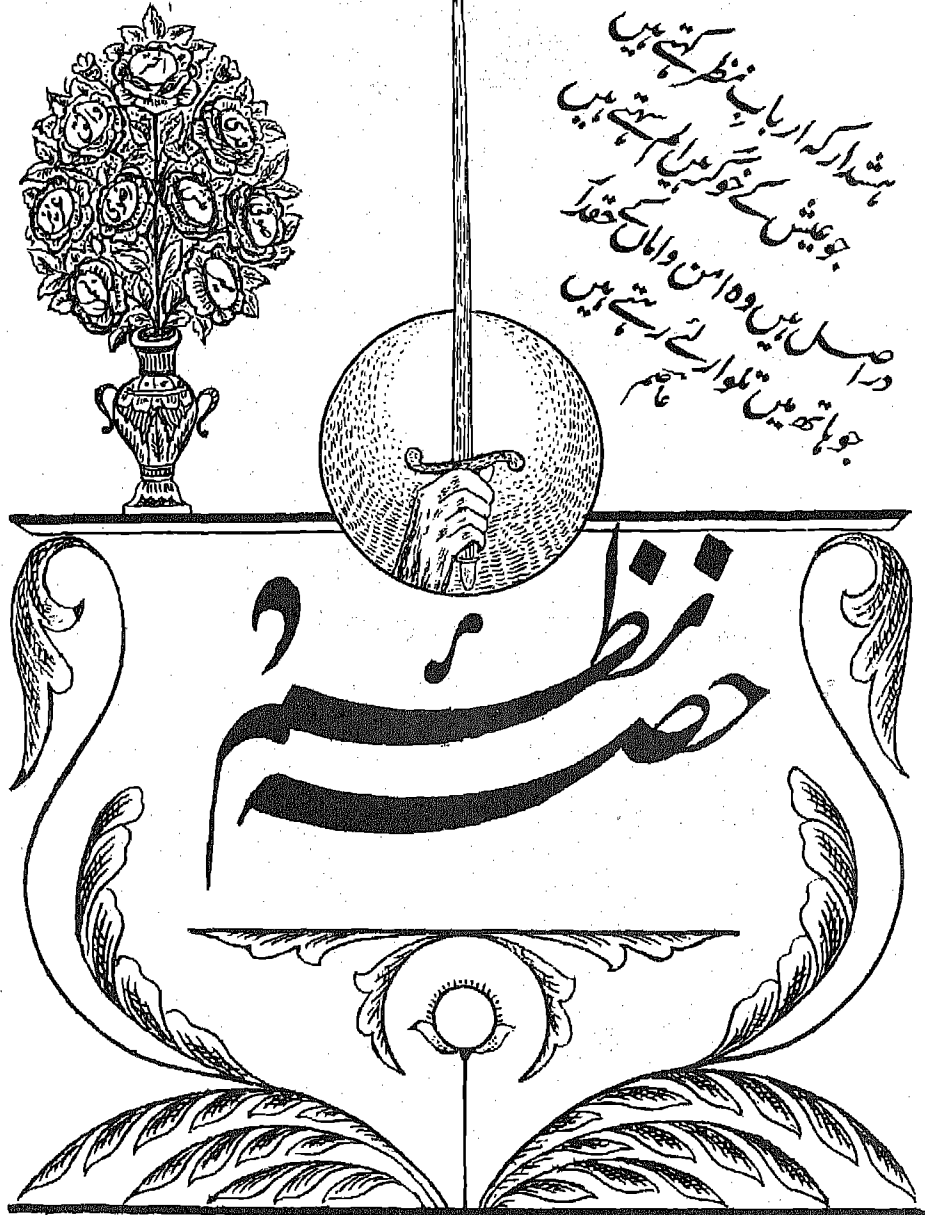
تمہید منظوم

مشاعرہ نیشنل وار فرنٹ اجمیر

ابوالعرفان فضائی

مشاعرے میں ہوئے جمع قوم کے شاعر
ہوا یہ ملک میں پیدا جدید "وار فرنٹ"

نہ ٹوکیو میں جواب اسکا اور نہ برلن میں
یہ ہند ہی میں ہے "اجمیر میروار فرنٹ"

ہر ایک شعر ہے دشمن کے حق میں انگارہ
جماعتِ شعرا جنگ میں ہے "نار فرنٹ"

بموں کی مار سے زیادہ بُری ہے بات کی مار
کہ شعر ملک سخن میں ہے "تیز دھار فرنٹ"

شریکِ جنگ ہیں کُل ہند کے رئیس یہاں
کہاں ہے ملک میں دشمن کے "تاجدار فرنٹ"

ہے بیگمات کی مرغوب چھالیہ جو گراں
تمام ملک میں قائم ہے "پردہ وار فرنٹ"

وہ چھالیا کے جزیرے سماترا جاوا
قریب ہے کہ ہوں جاپان کا "مزار فرنٹ"

حدوں میں شہر سٹالن گراڈ کی ہر سمت
بنا ہے خون سے دشمن کے "لالہ زار فرنٹ"

وہ دن بھی دور نہیں ہے کہ ہند میں اک دن
خوشی میں فتح کی پیدا ہو اک "بہار فرنٹ"

مسرتوں سے بھری ہو فضائے گلشن ہند
مُبارکوں سے ہو گلبار "نغمہ زار فرنٹ"

گلے میں شوق سے باہیں وہ ڈالدے آکر
ہوا ہے ہم سے جو اک کانگریسی "یار فرنٹ"

(Feruent)

محوری طاقتوں کے مقابلہ میں

ادیب الملک حضرت اختر شیرانی۔ ٹونک

آگیا وقت کہ قربانِ وطن ہو جائیں
نوجوانانِ وطن جانِ وطن ہو جائیں

کہیں دشمن نہ اسے بے سر و ساماں کر دے
سر کٹا کر سر و سامانِ وطن ہو جائیں

ہوں ہمالہ کی طرح سینہ سپر میداں ہیں
اور قرباں سر میدانِ وطن ہو جائیں

تیغۂ ہند ہے تاریخ کی اک عظمتِ دوش
عظمتِ دوشِ دلیرانِ وطن ہو جائیں

برق و باراں کی طرح لشکرِ باطل پہ گریں
سطوتِ سیلِ قہستانِ وطن ہو جائیں

سینچ کر اپنے لہو سے گل و نسرین و سمن
سرخیٔ صبحِ گلستانِ وطن ہو جائیں

زندگی ہے تو دلیرانِ وطن ہوں مشہور
موت آئے تو شہیدانِ وطن ہو جائیں

بندۂ خاکِ وطن بن کے رہیں ہم اختر
کیا عجب ہے کبھی سلطانِ وطن ہو جائیں

مکالمہ

ایک انقلاب پرست اور آزادی پسند کے درمیان

لسان الملک صاحبزادہ متین اللہ خاں واثق ۔ ٹونک

انقلاب پرست :۔

مدبر لاکھ ہو حاکم سیاست ہو نہیں سکتی
زبردستی رعایا پر حکومت ہو نہیں سکتی

اطاعت کا تعلق یاد رکھئے دل سے ہوتا ہے
جو دل بیزار ہو اُس سے اطاعت ہو نہیں سکتی

کبھی بیگانہ رہکر تم یگانہ کر نہیں سکتے
خلاف اسکے کبھی انسانکی فطرت ہو نہیں سکتی

حکومت ہے نہ کچھ دلپر نہ قبضہ ہے اگر دل پر
تو قبضہ رہ نہیں سکتا حکومت ہو نہیں سکتی

آزادی پسند :۔ مگر انگریزی طاقت کو یہ باتیں ساری حاصل ہیں

انقلاب پرست :۔ یہ باتیں ہیں تو دلکو اس سے نفرت ہو نہیں سکتی

آزادی پسند :۔

ہمیں جو عہد برطانی میں راحت آج حاصل ہے
میسر اس سے بڑھکر اور راحت ہو نہیں سکتی

شکایت ظلم سے پیدا ہوا کرتی ہے انساں کو
کرم گستر سے دنیا میں شکایت ہو نہیں سکتی

وہ جرمن ہو کہ اٹلی ہو کہ وہ جاپانی طاقت ہو
خلل انداز آزادی سے الفت ہو نہیں سکتی

غلامی کا جو حامی ہو جو آزادی کا دشمن ہو
وہ کوئی ہو اُسے دنیا میں نصرت ہو نہیں سکتی

ہمیں اندازہ کرنا چاہیئے اس عہد کا واثق
وفاداری سے بڑھکر اور خدمت ہو نہیں سکتی

نوجوانانِ وطن سے

از مولوی عبیداللہ خاں قدسیؔ پرشین لیکچرار سناتن دھرم کالج بیاور

نوجوانانِ وطن بخشو وطن کو زندگی ——— اعتبارِ باہمی ہے غیر کی شرمندگی
عزم و استقلال میں ہو کوہ کی پائندگی ——— ماہ پاروں کی طرح ہو برق کی تابندگی

اب تمہاری ہی ضرورت ہے جوانانِ وطن

گولیوں کی سنسناہٹ زندگی کا آسرا ——— ہے دھواں توپوں کا گویا کاکلِ شیریں ادا
گیس کے جھونکوں میں ملتا ہے محبت کا مزا ——— اور بمباری بنا دیتی ہے رحمت آشنا

بڑھ چلو میدان میں اے نوجوانانِ وطن

جھلملاہٹ تیغ کی ہے خندۂ صبحِ بہار ——— حفظِ ناموسِ وطن میں آئیگا پھر سے نکھار
زندۂ جاوید ہوگا سب شہیدوں کا شمار ——— جو نہیں مرتے ہیں اُنکا موت کرتی ہے شکار

اے جوانانِ وطن اے نوجوانانِ وطن !

جنگ کے بعد تعمیر کی دیوی کی تخلیق

جناب امیر الدین خانصاحب سکریٹری مسلم اسکول جے پور

اک مٹھی انجم رول کر نورِ قمر میں گھول کر
قدرت کے دستِ فیض نے پھینکے دریچہ کھول کر

خاور کی کرنیں دوڑ کے لے آئیں کچھ رنگینیاں
زہرہ کے نغمے پھیکے تھے لے آئی وہ شیرینیاں

افسوس یہ خاکی کرہ اور اس کے صحرا و جبل
انگشتِ حیرت در دہاں صد گونہ حرماں در بغل

یہ مہبطِ اول بشر جو مرکزِ تقدیس تھا
انسان پیدا کرکے بھی گہوارۂ ابلیس تھا

پیکار آمادہ ہوئے قدرت کی دولت چھوڑ کر
آپس ہی میں سب گتھ گئے رشتے وفا کے توڑ کر

بربادیوں کے سانچے میں تقدیریں اپنی ڈھال دیں
معمورۂ انساں پر کانیں الٹ کر ڈال دیں

قدرت کا کفران آگیا قہاریوں کے روپ میں
اعمال کی زشتی بڑھی چنگاریوں کے روپ میں

پیچھے ہٹا کر جرم کو مجرم سب آگے آ گئے
مظلومیوں کا ذکر کیا ظالم کو ظالم کھا گئے

چمکے نباتات و حجر آتش کے حسنِ غازہ سے
خاکِ زمیں گوندھی گئی انساں کے خونِ تازہ سے

بجلی کی تیغِ تیز سے بیتابیاں کالی گئیں
لاشوں کے اونچے ڈھیر سے گہرائیاں پاٹی گئیں

آخر فضا کے شور سے کترا اٹھی تہذیب سے
فولاد، خوں اور آگ سے اونچی کھنچی تہذیب سے

اک عیش گاہِ راز میں بربط سے کچھ بجنے لگے
تعمیر کی دیوی کے نغمے لفظوں میں یوں سجنے لگے

"از سوختہ بطنِ اجل حسنِ بقا آید پدید
از خاک و خونِ بندگاں مردِ خدا آید پدید"

نفخ صور
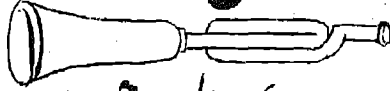
حضرت مولانا سیّد محمود الحسن صاحب صولت۔ ٹونک

کیوں دے رہے ہو دل میں جگہ انقلاب کو ۔۔۔ کیوں کر رہے ہو خود پہ مسلّط عذاب کو
اچھا نہ سمجھو اس روش ناصواب کو ۔۔۔ للہ رخشِ امن کی تھامو رکاب کو

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

کرتے ہو فتح جرمن و جاپان کی خوشی ۔۔۔ یہ آرزو تمھاری نہ برآئے گی کبھی
پاؤگے دیکھ لینا نہ تم چین جیتے جی ۔۔۔ ڈالو نہ اپنے ہاتھوں مصیبت میں زندگی

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

داخل ہوئے جو جرمن و جاپان ہند میں ۔۔۔ اٹھے گا حشر خیز وہ طوفان ہند میں
جس سے نہ بچ سکے گی کوئی جان ہند میں ۔۔۔ ہمت کرو نہ ہونے دو نقصان ہند میں

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

کوشش کرو یہی کہ حکومت یہی رہے ۔۔۔ جو آج تک ہے دل میں ارادت یہی رہے
بازوئے شاہ زور میں طاقت یہی رہے ۔۔۔ برطانیہ کی طاقت و دولت یہی رہے

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

آہ کا اثر

ایم۔ اے صوفی انصاری رامپوری اسکاوٹ ماسٹر آبو روڈ

اب آہ کا بانو یہ اثر دیکھ رہی ہوں — جلتا ہوا ہٹلر کا میں گھر دیکھ رہی ہوں
آیا کوئی ایسا نہیں جو قوم کا سر ہو — بیکار رہیں جو دوسرے سر دیکھ رہی ہوں
کچھ صنعت و حرفت ہے نہ ہے علم سے رغبت — میں قوم میں اپنی یہ "ہنر" دیکھ رہی ہوں
فرعون موا اور موا نمرود جہاں سے — جاتا ہوا ہٹلر کو اُدھر دیکھ رہی ہوں
اچھی مری لندن ہی مٹا دیگا اسے تو — برلن سے جو اٹھا ہوا شر دیکھ رہی ہوں
ان محوری غنڈوں نے کئے ظلم جو بیگم — دیکھے نہیں جاتے ہیں مگر دیکھ رہی ہوں
اے نوح ہوا ایسا زمانے میں کوئی ہو — ہٹلر سا موا جیسا بشر دیکھ رہی ہوں
صحبت میں ہوں ہیں جیسے چچا صوفی کی خانم — کچھ اپنی امیدوں کی سحر دیکھ رہی ہوں

چچا صوفی کا فرمان

انسان کے جامے میں جو شیطان ہے بیگم — جاپان ہے جاپان ہے جاپان ہے بیگم
آ جا سکے تو کہو پر بولوں گی للہ — مشکل نہ سمجھنا اسے آسان ہے بیگم
ہیں حبشیوں سے اٹلی کو پٹتے ہوئے دیکھوں — ارمان اگر ہے تو یہ ارمان ہے بیگم
امداد ہر اک ساتھ کے ملکوں کو ہیں دونگی — حاضر مری ان سب کے لئے جان ہے بیگم
کام آئے مصیبت میں اگر کوئی کسی کے — انسان اسے سمجھو وہ انسان ہے بیگم
ان محوری غنڈوں سے جو محفوظ ہے ترکی — اللہ کا یہ فضل ہے احسان ہے بیگم

بھائی مرے ترکی عربی مصری سبھی ہیں — کابل ہے مراکش ہے اور ایران ہے بیگم
امداد ہے انگریزوں کی امداد خود اپنی — یہ میرے چچا صوفی کا فرمان ہے بیگم

ٹھہر موئے ہٹلر ٹھہر

جب انکی میں ترچھی نظر دیکھتی ہوں — زمانہ کو زیر و زبر دیکھتی ہوں
بلا پڑگا جاپان کی چین ہی چیں — میں اب اس کے بازوئیں پر دیکھتی ہوں
چچا روز ویلٹ اور چرچل چچا کی — تجاویز کو پُراثر دیکھتی ہوں
ہوا محوری طاقتیں پٹ رہی ہیں — جہاں دیکھتی ہوں جدھر دیکھتی ہوں
ان انگریزوں کو اور امریکنوں کو — میں ہندوستاں کی سپر دیکھتی ہوں
یہ فرعونیت تیری تیرے مظالم — ٹھہر موئے ہٹلر ٹھہر دیکھتی ہوں
اُٹھی ہوں میں اب بھائی صوفی کو لیکر — اب ہٹلر ترے بال و پر دیکھتی ہوں

نچاؤنگی ہٹلر

کہیں گر تجھے دیکھ پاؤنگی ہٹلر — تو کچا ہی تجھکو چباؤنگی ہٹلر
کرونگی تجھے ایڑی چوٹی پہ قرباں — ترا نام تک میں مٹاؤنگی ہٹلر
ذرا سن بیالیس جائے تو پھر میں — تجھے دیکھ کیسا نچاؤنگی ہٹلر
تری کھال کھچواؤنگی روسیوں سے — میں پھر اسمیں بھوسہ بھراؤنگی ہٹلر
کرونگی تجھے دفن کا کیشیا میں — وہیں قبر تیری بناؤنگی ہٹلر
تجھے ناچ تگنی کا نچواؤنگی میں — تری دھجیاں اب اڑاؤنگی ہٹلر
سمجھنا تری موت سر پر ہے تیرے — میں جب بھائی صوفی کو لاؤنگی ہٹلر

ہند کی عزت

مولوی محمدؐ ایوب خاں احسن منشی فاضل اجمیر

یہ خبر سنتے ہیں جرمن سے ملا جاپان ہے
سچ ہے بالکل ساتھ میں شیطان کے شیطان ہے

ڈاکٹا نے نذرِ آتش یہ نیا طوفان ہے
حضرتِ گاندھی اسی میں ملک کا کلیان ہے

آپ اپنے گھر جلائیں سوچ لیں یہ نوجوان
آپ کا نقصان ہے یا غیر کا نقصان ہے

روس میں ہمنے سنا ہے خون کا دریا بہا
سرخ روئی پر زمیں کی آسماں حیران ہے

دُکھ اُٹھانا درد سہنا آنا جانا رات دن
حضرتِ چرچل کا دنیا بھر پہ یہ احسان ہے

چیانگ کائی شیک کی ہمت پہ صدہا آفریں
کسطرح روکے ہوئے وہ حملۂ جاپان ہے

ہند والو ہند کی عزت بچانا فرض ہے
اسکی کیسر شان ہونا اپنی کیسر شان ہے

کھلبلی

اک شور مچ رہا ہے چرچا گلی گلی ہے
دُنیا کا رنگ دیکھو دنیا کہاں چلی ہے

کیسی چمن میں یارب الٹی ہوا چلی ہے
مُرجھا گئے ہیں پتے کملا گئی کلی ہے

جاپان کی بدولت جرمن کے واسطے سے
دُنیا میں شور و شر ہے گھر گھر میں کھلبلی ہے

جاپان ہو کہ جرمن لاحول پڑھتے رہیئے
لاحول سے سنا ہے آئی بلا ٹلی ہے

بڑھ بڑھ کے لڑ رہی ہیں ہندوستانی فوجیں
بے وجہ دشمنوں میں کیا آج کھلبلی ہے

ہمت تو ساتھ دینا اے لاج لاج رکھنا
برسوں سے تو ہمارے آغوش میں پلی ہے

ہٹلر کے کان میں

حافظ عبدالغفّار صاحب سونتش وائس پریسیڈنٹ پراونشیل مسلم لیگ اجمیر و صدر جمعیتہ القریش صوبہ راجپوتانہ اجمیر

کسیکو کیا خبر ہے کیا ہے سونتش راز یزدانی
اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے مشکل اور آسانی
شراب کبر سے جب آدمی سرشار ہوتا ہے
تو اُس سے فعل سرزد خود بخود ہوتے ہیں شیطانی
شریکِ جنگ ہوکر ملک گیری کی مشیخت میں
خجل ہیں آج دل میں اہلِ اٹلی اور جاپانی
کوئی ہٹلر سے جاکر کان میں چپکے سے یہ کہدے
کہ بس اب بیٹھ جا اور چھوڑ دے یہ کارِ شیطانی
سمجھنا چاہئے ظالم کو پہلے ظلم کرنے سے
نتیجہ کارِ بد کا کار بد ہے ظلم کے بانی
کہیں ایسا نہو بازی پھرے اور مات ہو جائے
"چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی"

گرزِ گراں — جناب محمد وزیر صاحب بصر اکبر آبادی۔ اجمیر

قومی محاذِ جنگ بھی ہندوستاں بنا
دنیا کو اپنی تیغ کا پھر مدح خواں بنا

شمشیرِ آب دار کے جوہر دکھادے پھر
پھر نازیت کو حلقہ بگوشِ جہاں بنا

ہاں پھر لگادے مادرِ گیتی کو چار چاند
فولاد کی زمیں پہ نیا آسماں بنا

ہاں ہاں بنا گلے کے لئے جرمنی کے تیغ
اٹلی کے سر کے واسطے گرزِ گراں بنا

چھپٹیلی غوطہ مار بنا چیل گاڑیاں
یو بوٹ سے بھی اچھی تو پن ڈبکیاں بنا

جنگی جہاز توپ کروزر بنا یہاں
تو بحر و بر کے بوٹ بنا کشتیاں بنا

بندوق توپ گولے بنا بم بھی گیس بھی
پہلی سی تیغ پہلے سے تیر و کماں بنا

میدانِ جنگ کے لئے راشن کے ڈھیر کر
فوجی سپاہیوں کے لئے وردیاں بنا

آنے نہ دے عدو کو تو اس سرزمین پر
پہلے اُسی کو جا کے نا بے خانماں بنا

مال و متاع و دولت و جاگیر پھونک دے
اپنے ڈیفنس کے لئے سب کا دھواں بنا

تلوار کا دھنی ہے تو بڑھ سینہ تان کے
چل تیر کی طرح نہ کمر کو کماں بنا

اُٹھ تو سہی یہ کیسا تساہل ہے اے جری
پھر دل کو اپنے صورتِ برقِ طپاں بنا

کھو دے جو تیری راہ میں جاپان خندقیں
تو اُس کے دفن کے لئے اندھا کنواں بنا

ہو جا پھر ایک جان دو قالب اُسی طرح
پھر اتحادِ ماضی کو روحِ رواں بنا

ہر سمت دودھ و شہد کی نہریں بہادے تو
پھر سرزمینِ ہند کو جنت نشاں بنا

ہاں تیرا گھر بھی پھونک نہ دیں شعلہ ہائے جنگ
خنجر کی دھار صورتِ آبِ رواں بنا

کہنا یہ ہے بصر کا جو کرنا ہے جلد کر
پھر اپنی بات دہر میں ہندوستاں بنا

بامسلماں اللہ اللہ بابرہمن رام رام

قاضی سیّد محمد ظفر علی صاحب آنریری مجسٹریٹ بیاور

واسطہ کیونکر پڑا ناحق کو حق سے بالیقیں
محوری طاقت کا یہ فرسودہ ہے کیسا نظام

محوری فطرت ہے خود برباد ہونکی اک دلیل
ساری خلقت کو بنا سکتا نہیں کوئی غلام

زندہ باش اے متحد طاقت ہمیشہ زندہ باش
دولت اندوزِ ترقی ہو ترا مشہور نام

ہمکو بھی لازم ہے سب ہوں متفق اور متحد
چھوڑ دیں آپس کے جھگڑے کیا خواص اور کیا عوام

اپنی پامردی وہمت سے نہ ہاریں ہم کبھی
ساتھ دیں برطانیہ کا اور رہیں ہم شادکام

خاتمہ ظلم وستم کا ہو جہاں سے اے ظفر
ہو نصیب امن وسکوں تقدیر کا حاصل کلام

عزمِ گردش اے سپہر کینہ پرور کچھ نہو
یہ وظیفہ ہندو مسلم کا ہو ہر صبح وشام

آنکہ امروزم بہشتِ نقد حاصل میشود
بامسلماں اللہ اللہ بابرہمن رام رام

مکڑی کا جالا
جناب منشی محمد عبدالحفیظ صاحب کاتب اجمیر

ہند والو اب خدا کے واسطے ہشیار ہو — وقت سونے کا نہیں بیدار ہو بیدار ہو
یہ نحوست جنگ کی اب آ گئی پیش نظر — قحط کی آفت سے چھٹکارے کی کیا رفتار ہو؟
بس یہی ہے جنگ میں جا کر شریک کار ہو

جلد اٹھاؤ آگے گرز اتفاق و اتحاد — قطرہ قطرہ مت رہو دریا بنو۔ پھر شاد شاد
اپنی طغیانی میں دشمن کو کرو زیر و زبر — تا کہ اس کے ہوش اڑ کر شیر مادر آئے یاد
اور اس دنیا سے اس بدخو کا بیڑا پار ہو

ریڈیو کے آگے اخبار و رسالہ کچھ نہیں — سامنے سورج کے ماچس کا اجالا کچھ نہیں
دہلی اور لندن کی خبروں سی سنو گے بالیقیں — جرمن و جاپان ہیں مکڑی کا جالا۔ کچھ نہیں
صاف کرنے کو اسے لکڑی سے تم تیار ہو

اپنے شاہ وقت سے تمکو محبت چاہیئے — انکے اکرام و عطا کی ایسی عزت چاہیئے
تا کہ پھر بار دگر لا انتہا مسلوک ہوں — غور کر کے امتیاز نور و ظلمت چاہیئے
اٹھو اٹھو فتح کر کے آؤ اور زردار ہو

یا خدا پھر دور ماضی جلد ہو پیش نظر — پھر سکون قلب و اطمینان ہو بار دگر
قوت برٹش ہو موذی دشمنوں پر فتحیاب — یہ دعا کاتب کی برآئے خدائے بحر و بر
گل ہی گل ہوں پھر گلستاں میں نہ کوئی خار ہو

قطعات

فتح کے آثار

جناب مولوی سید محمد ایوب صاحب منش مودودی جاگیردار اجمیر

نتیجہ جنگ کا کیا پوچھتے ہو تم مجھ سے
حروف ہی سے نمایاں ہیں فتح کے آثار
ہے جیم (ج) جارج سے ظاہر کہ جیت ہی ہے جیت
بتا رہی ہے یہ ہٹلر کی (ہ) ہے کہ ہار ہے ہار

ہندوستان

منشی امیرالدین خاں صاحب سکرٹیری مسلم پنچایت و مسلم مڈل اسکول جیلور

سب ملک ہماری نظریں دیکھ رہے ہیں
ہم کیا سرِ میدانِ وطن دیکھ رہے ہیں
یا یورپ و امریکہ کو ہم دیکھ رہے تھے
یا یورپ و امریکہ ہمیں دیکھ رہے ہیں

گھر کے چراغ

جناب سید محمد الیاس صاحب رضوی۔ اجمیر

دشمن یہی ہیں دوست نما اہل ہند کے
پردے میں خیر کے جو بلاتے ہیں شر کو آج
غارت گری نے میل اہنسا سے کرلیا
گھر کے چراغ آگ لگاتے ہیں گھر کو آج

مجبوب مقصد

سیٹھ عبد الرزاق شاداں سلمہ۔ اجمیر

خدا غارت کرے ہٹلر کی تجویزوں کو اے شاداں
ہزاروں مہوشوں کے قلب نازک کو ستایا ہے
نہ چھوڑا قاف کی پریوں کو بھی بے درد ظالم نے
مرے ہوتے مرے مجبوب مقصد کو مٹایا ہے

حکومت سے خطاب

جناب اختر حسین صاحب اختر اکبرآبادی

عرصۂ جنگ کی موجوں کے شناور ہم ہیں
ملک اور تخت کے جانباز دلاور ہم ہیں
وقت آنے پہ دکھا دینگے صداقت اپنی
خوف طوفاں نہیں جسکو وہ سمندر ہم ہیں

پبلک سے خطاب

لطف جب ہے کہ حکومت کے وفادار رہو
نشۂ حسن وفاداری میں سرشار رہو
ملک کا امن و اماں ہونے نہ پائے تاراج
غلط افواہوں سے ہر وقت خبردار رہو

آرزو

از کاتب - کاتب گلدستہ ہذا

یا خدا اب تیرے بندے جنگ سے ہیں پُر ملال
جس سے ہے پیش نظر قحط و گرانی کا وبال
تو اگر چاہے ابھی برٹش کو حاصل فتح ہو
جرمن و جاپان سب ہوں ایکدم میں پائمال

رباعیات

افواہیں

از نثار الملک میر احدی صاحب

اے صبر کریں اپنے وطن کی خدمت
ہو جائیں کھڑے صف میں ہواخواہوں کی
مانیں نہ کبھی باد ہوائی باتیں
باتوں میں ہوا اُڑا دیں افواہوں کی

نظامِ نو

جناب منشی امیر الدین خانصاحب سکرٹیری مسلم پنچایت و مسلم مڈل اسکول جھجور

دُنیا میں نیا طرزِ حیات آتا ہے
پیغامِ مساوات و ثبات آتا ہے
ہوتے ہیں بر و بحر و فضا میں چرچے
اک تازہ نظامِ کائنات آتا ہے

محاذِ جنگ

جناب سیّد عیسیٰ میاں صاحب بسمل سعیدی۔ ٹونک

آماجگہِ تفنگ سینہ میرا
یعنے ہدفِ خدنگ سینہ میرا

ہوں اپنے وطن کیلئے میں سینہ سپر
بسمل ہے محاذِ جنگ سینہ میرا

درسِ اتحاد

لسان الصلحا حافظ یوسف علی خاں صاحب عزیز جے پوری

ملجائیں جو قطرے تو بہادیں دریا
بچھ جائیں جو ذرّے تو بنادیں صحرا

اک نقطہ پہ جمع ہوں جو اہلِ ہمّت
پھر دیکھئے دنیا کو دکھادیں کیا کیا

مسدس "جذباتِ وفا"

جناب منشی لچھمی نراین صاحب سریواستو سنہا بی۔ اے رٹایرڈ ڈپٹی مجسٹریٹ جیپور

شک نہیں اسمیں کہ یہ ہندوستاں کی سرزمیں ہے یہی خلدِ بریں تو ہے یہی خلدِ بریں
نعمتیں ہر طرح کی جو چاہئیں ہیں سب یہیں انتہا یہ ہے یہیں ہے دیں یہیں ہیں اہل دیں
فتنہ ہائے دہر بھی کہتے ہیں اب بے اختیار
ہے یہی دار السلام اور ہے یہی دار القرار

معنیٔ امر و نواہی جانتے ہیں اہل ہند شاہ کو ظلِ الٰہی جانتے ہیں اہل ہند
فرضِ شاہی خیر خواہی جانتے ہیں اہل ہند قہر شاہی کو تباہی جانتے ہیں اہل ہند
حالت اخلاقی انہیں کی ہے کہ جیسی چاہیئے
دے خدا توفیق اگر توفیق ایسی چاہیئے

ہیں ہمیں میں راجگانِ راجپوت اہلِ وفا وہ سخاوت اور شجاعت میں ازل کے نامور
ہند کے شاہوں کو امدادیں ہیں جنکی یادگار اور سوائی مان سنگھ جی کی وفائیں شاہکار
جنگ یورپ میں ہیں یہ سب دست و بازو شاہ کے
بڑھ رہے ہیں سب کے سب پہلو بہ پہلو شاہ کے

شاہ انگلستان ششم جارج۔ اے شاہ جہاں فیض سے جنکے ہے قایم ہند میں امن و اماں
ہیں سفر میں بھی حضر کی راحتیں آسانیاں ریل ڈاک اور تار فون اور یہ دخانی کشتیاں

سلطنت کے انکی کیسے کیسے احسانات ہیں
اسپہ اور احساں کہ سب بے منت انعامات ہیں

ہم سے جیسی چاہئے خدمت بر آئی ہی نہیں کوئی خدمت شاہ نے ایسی بتائی ہی نہیں
ہاں مگر اب تک لڑی ایسی لڑائی ہی نہیں حفظ ہے تہذیب کا جنگ آزمائی ہی نہیں

ہے مخالف دشمن انسانیت دیو ریا
جس نے آزادی کو ملکوں کی غلامی کر دیا

پانچواں بد نام دستہ اسکی فوج مکر کا جو سکھاتا ہے رعیت کو بغاوت اور دغا
ہر جگہ دنیا میں ہے اک جال سا پھیلا ہوا ہند کے اہل وفا پر بھی تو کچھ کچھ چھا گیا

جستجو جب کی ہوا یہ دیو کیونکر کامیاب
وجہ خاص آخر یہی دستہ ہوا ہے دستیاب

جب یہ دونوں صورتیں آئیں سخا کے سامنے اس نے بہر غور لا رکھیں ہمارے سامنے
بادشاہی خیر خواہی اور وفا کے سامنے ہند کی دنیائے دیں حق آشنا کے سامنے

اب یہ سوچو ہند والو کیا تمہارا فرض ہے
کیا خدا کے ماننے والو خدا کا فرض ہے
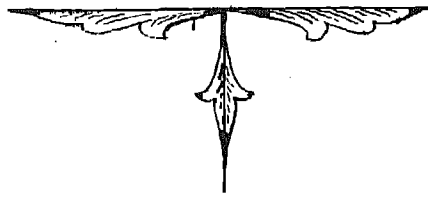
مسدسِ "دعوتِ فکر"

جناب مولوی اسمعیل خانصاحب زری منشی فاضل جیپور

چلو اے ہندوو! آؤ کہاں ہو اے مسلمانو	کدھر ہو سورماؤ؟ ملک و ملّت کے نگہبانو
سنو میری کہاں ہو؟ ہند کے پُرجوش دیوانو	جوانو! منچلو! ویرو! کہوں اک بات اگر مانو
خدارا چھوڑ دو اب اختلافات و خصومت کو
اُٹھو ملکر بچالو دشمنوں سے دیش بھارت کو

بزرگو! دوستو! پیارو! مجھے کچھ عرض کرنا ہے	کبھی سوچا یہ تمنے کچھ وطن کا حال اب کیا ہے
ہوئی غارت محبّت دوستی برباد گویا ہے	خلوص و امن و اطمینان باہم آج عنقا ہے
وطن کو پیاس ہے سوکھی پڑی ہیں پریم کی ندیاں
یہ کیا کایا پلٹ ہے نیکیوں پر چھاگئیں بدیاں

تمہارا اختلافِ رائے بڑھکر بیر تک پہونچا	غضب ہے بھائیوں میں دشمنی ہو قہر یہ کیسا
سمجھتے ہو لڑاتا ہے تمہیں کوئی پسِ پردا	مگر تم لڑ رہے ہو جان کر یہ جرم ہے کس کا؟

سمجھتا ہی نہیں کچھ کوئی تحسین و ملامت پر
معاف اے قوم دل دُکھتا ہے ایسی سیاست پر

بزرگانِ وطن سارے ذلیل و خوار ہیں تم سے — تمہارے چاہنے والے بھی اب بیزار ہیں تم سے
تمہارے فکر و ہوش آمادۂ پیکار ہیں تم سے — تدبّر مصلحت سب آہ دور اکبار ہیں تم سے

یہ نفرت ہے کہ پہونچی لاش تک جذبِ اخوت کی
کیا کیا دوستو خود ہی ڈبو دی ناؤ بھارت کی

وہ گاندھی جی کہ کل تک جو اخوت کے پیمبر تھے — مسلماں اور ہندو ایک نسل و قوم تھے جن سے
جناحِ قائدِ اعظم وہ ملک و قوم کے پیارے — مقدر تھا "فدائے ہند" جنکے نام سے پہلے

زمانہ جانتا ہے صاحبِ ایثار ہیں دونوں
تمہارے ہاتھ سے لیکن ذلیل و خوار ہیں دونوں

کرو کچھ غور بھارت کے سپوتو آج تم اسپر — نگاہِ اہلِ عالم میں ہوئے ہم خوار کیوں یکسر
ہمارے حال پر کیوں ہنس رہی ہے آج دنیا بھر — یہ کیوں فہم و فراست پر ہمارے پڑ گئے پتھر

یہ جھگڑے کانگریس کے لیگ کے ہیں عارضی سارے
نہیں یہ بات ایسی کٹ مریں جسپر بہم پیارے

تمہیں برٹانوی جو کچھ سمجھتے ہیں سمجھتے ہو — نہیں یہ ختم اسی پر بس رکھو اے دوستو پیارو
بڑھے ہیں غیرتِ برطانیہ تم پر حریف اب دو — غلام بے زباں بے عذر سمجھے ہیں سبھی تمکو

تمہارے اختلافوں نے تمہیں یہ دن دکھایا ہے

کہ شرق و غرب سے دشمن نے اب ہمکو دبایا ہے

بڑھا جاپان مشرق سے کہ بھارت کو نگل جائے
ابھی ہے وقت بھارت کا سپوت اب بھی سنبھل جائے

بظاہر جرمنی کا کیشا تک کو نگل جائے
یہ ممکن ہی نہیں مقصود کچھ اس کا بدل جائے

ارادہ ہے کہ جیتیں ہند کا میداں دونوں ہی
ہیں اک دشمن ہمارے جرمن و جاپان دونوں ہی

اگر مقصد میں اپنے ہم نہوں گے متفق اب بھی
سیاست خاک میں ملجائیگی اے دوستو ساری

اگر بالفرض ہے برطانیہ دشمن سہی یوں بھی
مگر یہ جرمنی جاپان سے پھر دوستی کیسی

ہوان دونوں حریفوں میں کوئی مغلوب یا غالب
سمجھ رکھو غلامی کا ہماری ہے ہر اک طالب

اگران دو بُروں میں سے بُرا کم ایک چن لیں ہم
یہ ممکن ہے کہ پھر نقصان بھی پہونچے ہمیں کچھ کم

مگر یہ شرط ہے یوں متحد ہو جائیں ہم باہم
نہ بچھڑیں ہم اگر ٹکرائیں بھی ارض و سما باہم

زمانہ میں عزیزو اتحاد اک خاص قوت ہے
جسے ہم فتح عالم کہہ سکیں زورِ اخوت ہے

ضرورت ہے محاذِ متحد پر جمع ہو جاؤ
جو دیکھے دیس کو ترچھی نظر سے اُس سے ٹکراؤ

اگر جاپان ہو یا جرمنی بالکل نہ گھبراؤ
مقابل سورما اسلاف کے بیٹو! چلے آؤ

ضرورت ہے کرو خدمت وطن کی آج سر دیکر
کہ قدرت نے رکھا ہے فتح کا سہرا تمہارے سر

حصہ غزلیات
بمصرع طرح
نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری
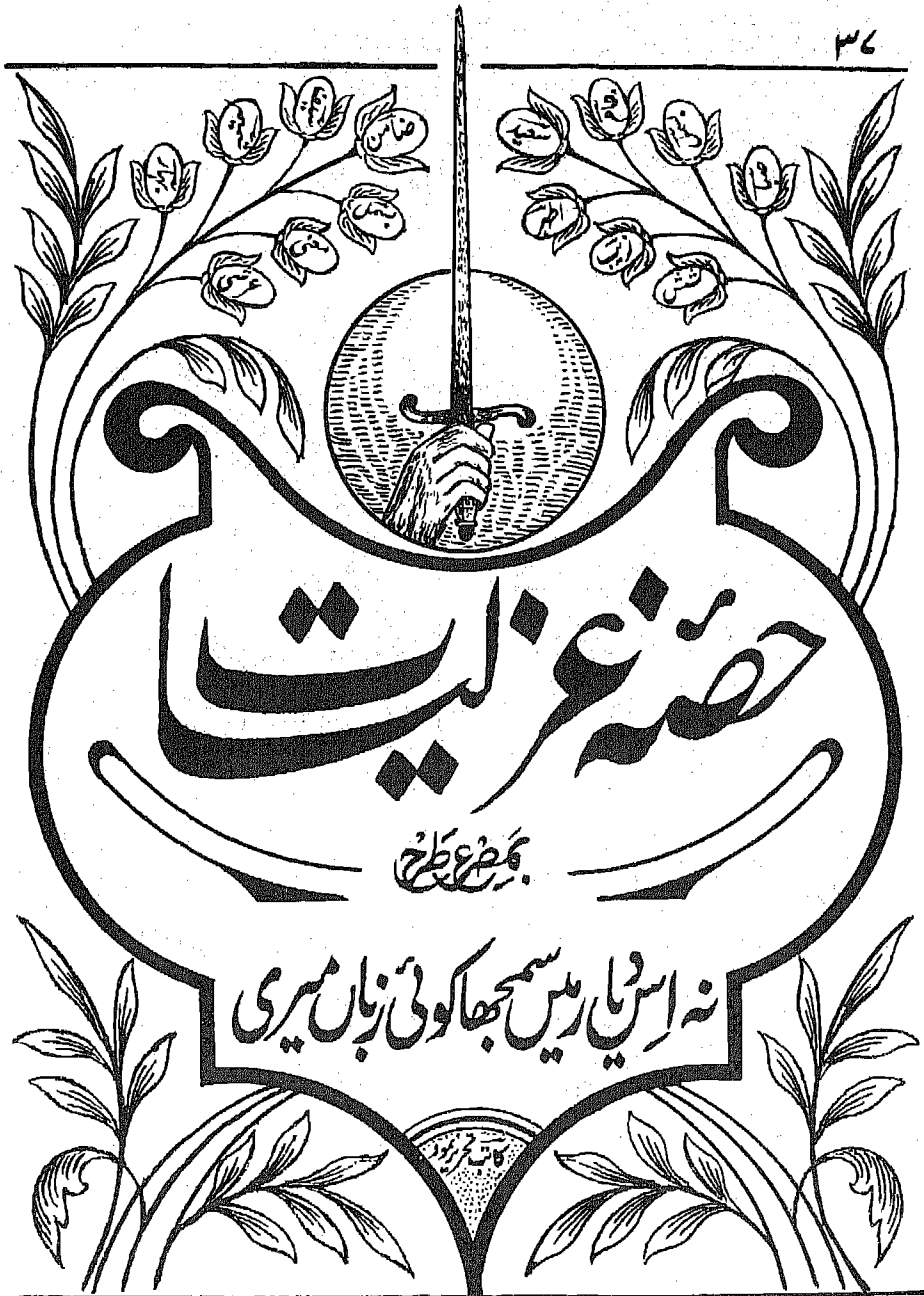
تظمین نعتیہ

اعلیٰ حضرت سعید الدولہ وزیر الملک نواب سر حافظ محمد سعادت علیخان صاحب بہادر صولت جنگ
جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ فرمانروائے ریاست ٹونک دام ملکہٗ
جسکو ختم مشاعرہ پر افضل الشعرا افصح الملک حضرت جام نے پڑھا

بلغ العلےٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
ہوئے ہمکلام کلیم سے بنے ہمزبان مسیح کے
اُنہیں لطف دیکے وہ دید کے اُنہیں ذوق دیکے زبیت کے

بلغ العلےٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
وہی بات جنکی نبات ہے وہی جنکے مُنہ سے نجات ہے
وہ وفات جنکی حیات ہے وہی جنپہ حق کی صلوٰۃ ہے

بلغ العلےٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
جو سحاب فضل اتم کے ہیں جو نشاط شام الم کے ہیں
جو چراغ بیت حرم کے ہیں جو دماغ فکر قدم کے ہیں

بلغ العلےٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
ہے حکیم سب سے بڑا خدا جسے چاہے جو وہ کرے عطا
نہ کسی کی عقل میں آسکا نہ کسی کی عقل میں آئیگا

بلغ العلےٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ و آلہٖ
جو کہا اُنہوں نے وہ سن گئے جو اُنہوں نے پوچھا بتا گئے
ابھی سب سے بولتے چالتے ابھی سب کی آنکھوں کے سامنے

حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ و آلہٖ
وہ قدم میں جنکے منات ہے وہی جن سے شامت لات ہے
وہی جنکے دم سے ثبات ہے وہی جنکی آج برات ہے

حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ و آلہٖ
جو ثمر نہال خدم کے ہیں جو قمر سمائے حشم کے ہیں
جو سبب زوال ستم کے ہیں جو شجر کمال کرم کے ہیں

حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ و آلہٖ
نہیں دخل وہم و گمان کا یہاں فکر و ہوش ہیں حیر کیا
میں کسی کی کچھ نہیں مانتا کہ سعید دل سے ہوں جانتا

حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ و آلہٖ

غزل غیر طرح

افضل الشعرا افصح الملک حافظ محمد عمر صاحب جام

دلِ بیتاب کا قصہ نہ جگر تک پہونچے ۔۔۔ ایک گھر کی نہ خبر دوسرے گھر تک پہونچے

شورِ بختی مجھے منظور ہے لیکن یارب ۔۔۔ وہ نمک ہی ملے جو زخمِ جگر تک پہونچے

خونِ بلبل کی حفاظت ہے ضرور اے جلاد ۔۔۔ یہ امانت گلِ تر کی گلِ تر تک پہونچے

ڈر ہے الحق بھی انا الحق نہ سمجھ لے کوئی ۔۔۔ کہیں ایسا نہو یہ بات بھی سر تک پہونچے

وہ اثر ہی نہیں جو دستِ دعا تک آئے ۔۔۔ وہ دعا ہی نہیں جو بابِ اثر تک پہونچے

کاش اتنا تو بڑھے جذبِ جنونِ الفت ۔۔۔ کوئی پتھر کہیں پھینکے مرے سر تک پہونچے

حق پرستی اسے کہتے ہیں کہ آخر اے جامؔ
ہم بتوں کو لئے اللہ کے گھر تک پہونچے

تجویز شکریہ

بہ ترسیل غزل ہز ہائینس سعید الدولہ وزیر الملک
نواب سر حافظ محمد سعادت علیخان بہادر صولت جنگ
جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ فرمانروائے ریاست ٹونک دام ملکہ

منجانب صدر مشاعرہ نیشنل وار فرنٹ اجمیر

راجپوتانہ کے شعرائے کرام کا یہ عظیم الشان اجتماع جو ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو نیشنل وار فرنٹ اجمیر کے مشاعرہ میں انٹر میڈیٹ بورڈ کی عمارت میں ہوا ہے۔ مشاعرہ ھذا میں ہز ہائینس سعید الدولہ وزیر الملک نواب سر حافظ محمد سعادت علیخاں بہادر صولت جنگ جی سی ایس آئی فرمانروائے ریاست ٹونک دام ملکہ کا شکر گذار ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے کلام بلاغت نظام سے مشاعرہ کی طرح پر غزل بھیجکر اپنی توجہ خسروانہ کا اظہار فرمایا۔ اور ہم سب کی عزت افزائی فرمائی

فقط

اعلیٰ حضرت ہزہائینیس سعید الدولہ وزیرالملک نواب مولوی
حافظ سر محمد سعادت علی خان صاحب بہادر صولت جنگ
جی-سی-ایس-آئی- فرماں روائے ریاست ٹونک دام ملکہم-

جامِ آخر

ہز ہائنیس سعید الدولہ وزیر الملک نواب سر حافظ محمد سعادت علیخاں صاحب بہادر صولت جنگ
جی سی ایس آئی فرمانروائے ریاست ٹونک

(اس غزل کو حضرت جام نے مشاعرہ میں پڑھا)

تلاش میں ہے کوئی گریۂ نہاں میری — طبیعت آج ہے بے وجہ شادماں میری
یہ بات مان لے صیادِ بدگماں میری — قفس کو کھول کے سن نغمہ سنجیاں میری
ہے اس بہار میں یہ خوف دستِ وحشت کو — کہیں اڑا دے گریباں نہ دھجیاں میری
سوائے اسکے سبب موت کا نہیں کھلتا — وہ آ گئے تھے عیادت کو ناگہاں میری
جو جا رہی ہے سوئے عرش سرمہ بننے کو — یہ میری گرد ہے رفتارِ کارواں میری
بیانِ شوق کے ہر لفظ پر پشیماں ہوں — مگر میں کیا کروں سنتی نہیں زباں میری
ہزار شکر کہ اے جستجوئے بار آور — مگر ہلاک نہ ہو سعیٔ رائیگاں میری
نظر سے پوچھئے قصہ تباہیٔ دل کا — اسی نے کی ہے مرتب یہ داستاں میری
لحد کتابِ محبت کی فصلِ اول ہے — نہ سمجھو تم کہ ہوئی ختم داستاں میری
وہی پچلک وہی نرمی وہی جھک صیاد — تری کلائی ہے یا شاخِ آشیاں میری

سعید وعدہ پہ وہ آ گئے تعجب ہے
یہ انکے منہ میں نہیں کی تھی یا زباں میری

غزل

حضرت مولانا سید ضامن علی صاحب ضامنؔ صدر شعبۂ اردو الہ آباد یونیورسٹی

رسائی عشق میں ہے تا بہ لامکاں میری
سماتے ہی نہیں نظروں میں آسماں میری

سُنا جو ہو کبھی واعظ سے حال دوزخ کا
ہے مختصر سی شب غم کی داستاں میری

جلایا شمع کی مانند سوز پنہاں نے
کھلی نہ شکوے میں لیکن کبھی زباں میری

عدم سے ہستی و ہستی سے عرصۂ محشر
لئے پھری مجھے وحشت کہاں کہاں میری

کرم کریں کہ ستم اختیار ہے اُنکو
مری زباں سے کبھی سن لیں داستاں میری

اثر نہیں مرے نالوں میں یہ نہ مانونگا
پہونچتی کانوں تک اُنکے نہیں فغاں میری

جواب غیر کو مل جاتا عرض مطلب کا
دہن میں آپ کے ہوتی اگر زباں میری

نظر سے گر کے کسی کی ہوا ہوں خاک بسر
خط غبار میں لکھی ہے داستاں میری

غرض چمن سے ہے کیا جب ہری ہیں زخم جگر
یہی بہار ہے میری یہی خزاں میری

شکستہ خاطری کی حد بتائیں کیا ضامنؔ
نہ لب تک آئی کبھی آہ ناتواں میری

پروفیسر کیپٹن مولوی سید ضامن علی صاحب ایم- اے- ضامن
صدر شعبۂ اُردو الہ آباد یونیورسٹی-

ناظم الملک مولوی سید معشوق حسین اطہر ھاپوڑی وکیل ہائی کورٹ جے پور

کسے نصیب ہیں رنگیں نوائیاں میری
خزاں میں شاخ نشیمن ہے گلفشاں میری

سنی قفس میں کسی نے نہ داستاں میری
درِ قفس کی طرح بند ہے زباں میری

اثر میں ڈوب کے نکلی ہے اب فغاں میری
کرے مخالفت اب بھی تو آسماں میری

مجھے تو مرنے کی حسرت ہے ان حسینوں پر
خضر کو دیدے خدا عمر جاوداں میری

سکون مر کے بھی میرے نہیں مقدر میں
رکی ہے آنکھوں میں اب جانِ ناتواں میری

وفائے غیر کا کرتے ہیں مجھ سے وہ شکوہ
اسے سمجھئے گا تمہیدِ امتحاں میری

سنا ہے غیر سے کرنے کو ہیں وہ عہدِ وفا
تجھی کو شرم ہے اے مرگ ناگہاں میری

عجیب یاس سے تکتے ہیں منہ مرا احباب
پیام موت کا لائی ہیں ہچکیاں میری

نہ آہ ہے نہ فغاں ہے نہ شکوہ ہے نہ دعا
درِ اثر کی طرح بند ہے زباں میری

مرا نصیب کہ صیاد ہی کے قدموں پر
گری ہے ٹوٹ کے خود شاخ آشیاں میری

زمانِ حال کی تاریخ عشق میں اطہر
وفا کے خون سے لکھی ہے داستاں میری

حضرت رئیس الشعرا مولوی سید انوار الرحمٰن صاحب بسمل مدظلہ

سنی مگر کوئی سمجھا نہ داستاں میری — نگاہِ حسن ہے بس ایک رازداں میری
ثنائے حسن میں ہے تر زبانِ نادیدہ — نظر ملی مجھے خاموش ہے زباں میری
مجھی کو پایا ہے دیکھا کسیکو جب اُسنے — اُسیکو دیکھا ہے پہونچی نظر جہاں میری
حریمِ وصل میں تن کا تو ذکر ہی کیا ہے — وہاں پہنچ نہ سکی جانِ ناتواں میری
وہ میرے پردہ میں آئے ہیں مجھسے ملنے کو — مگر نہ میں ہوں نہ اب جسم ہے نہ جاں میری
دہن پہ مہر ہے اور سوزِ دل ہے شعلہ فشاں — زبانِ شمع ہے محفل میں ترجماں میری
جمالِ یار کو دیکھا ہے میری آنکھوں نے — کہ گر رہی ہیں نگاہوں سے بجلیاں میری
میں اُس طرف کو چلا ہوں کہ یہ تنِ خاکی — غبار بنکے ہوا گردِ کارواں میری
ملا ملا نہ ملا جستجو میں جاں تو دی — کسی طرح سے نہیں سعی رائیگاں میری
ظہورِ ہستیٔ مطلق ہوں محض و ہم نہیں — کہ ہے دلیلِ یقیں ہستیٔ گماں میری
کسی نے یاد کیا ہے مبارک اے بسمل — دمِ اخیر یہ کہتی ہیں ہچکیاں میری

جناب منشی لچھمی نرائن سرپواستو سخا بی۔اے ریٹائرڈ سٹی مجسٹریٹ جے پور

جلا رہی ہے مجھے سوزشِ نہاں میری — مٹا رہی ہے مجھے برقِ آشیاں میری
مٹیں یہ کرکے مٹیں جبہ سائیاں میری — یہ آستاں ترا یہ خاکِ آستاں میری
جو میں نہ ہوں تو نہ تھا ایک اب ترا عاشق — یہ کام آگئیں کچھ سخت جانیاں میری
جفا کے شکوے پہ سو بار بے وفا کہکر — اب ایک بھی نہیں سنتا وہ بدگماں میری
ہوا میں خاکِ درِ یار تھا یہی ارماں — شکایت اب نہیں تجھ سے کچھ آسماں میری

جب اس ضعیفی میں مستیٔ میکدہ یہ ہے — بہار کہیئے نہ کہیئے اسے خزاں میری

جنونِ عشق گریباں ہے اب نہ داماں ہے — تبرکوں میں لٹیں تیرے دھجیاں میری

بیانِ عشق ہو میرا تو ہو زباں انکی — بیانِ حسن ہو انکا تو ہو زباں میری

یہ دردِ ہجر سے پہنچی ہے ضعف کی نوبت — کہ ہوتے ہوتے ہوئی بے اثر فغاں میری

فقط یہ غم ہے کہ دشتِ جنوں نہ ہو جائے — کیا کرے جو کرے یاد گلستاں میری

سخاؔ مزار پہ میرے نہ وہ ہی آتے ہیں — نہ داستاں ہی سناتے ہیں نوحہ خواں میری

جناب منشی چاند بہاری لعل ماتھر صباؔ (جے پور)

زمانہ جان رہا ہے جسے فغاں میری — سمجھ سکو تو اسی میں ہے داستاں میری

دعا جو لینی ہے تا حشر باغباں میری — چمن میں قبر بنا زیرِ آشیاں میری

نہ گرتی برق تو یہ کیوں مغالطہ ہوتا — ہے شاخِ طور کہ ہے شاخِ آشیاں میری

تمام عمر نگاہِ ادب سے دیکھا ہے — کہے گا پھر بھی نہ محشر میں آستاں میری

شبِ فراق یہ پوچھوں تو کس سے میں پوچھوں — کہ مر رہی ہے کہاں مرگ ناگہاں میری

یہ مجھ سے پوچھئے کیا شئے ہے صبر کی دولت — ہر اک بہار سے بڑھکر رہی خزاں میری

جنابِ شیخ نے پیتے ہی یہ دعا مانگی — صدائے قلقلِ مینا بنے اذاں میری

نہ چھیڑنا تو کبھی اس کے دردمندوں کو — ترے بھلے کی ہے مانے جو آسماں میری

کھٹک رہی ہے فلک کی نگاہ میں یارب — وہی بہارِ چمن شاخِ آشیاں میری

عجب نہیں ہے کہ دونوں یہ ایک ہی نکلیں — تمہاری تیغِ ادا مرگِ ناگہاں میری

جنابِ خضر تو پہونچیں نہ کل بھی منزل پر — نہ رہنما ہو اگر گردِ کارواں میری

مولانا سید محمود الحسن صاحب صولت (ٹونک)

مری خموشی ہی بن جائیگی زباں میری
زبانِ حال سنا دیگی داستاں میری

اُدھر نگاہ اُٹھائی چمن میں گلچیں نے
اِدھر زمیں پہ جھکی شاخِ آشیاں میری

صدائے نغمہ بنی وہ عدو کی محفل میں
جو غمکدہ میں ابھی تھی مرے فغاں میری

جناب سید عیسیٰ میاں صاحب بسمل سعیدی (ٹونک)

بیانِ حسن کے قابل کہاں زباں میری
بقدرِ عشق نہیں طاقتِ بیاں میری

بغیر عزم و ارادہ ہیں کارو بارِ جنوں
نہیں ہے میری طبیعت بھی رازداں میری

یقیں نہ آئے کسی اور کی طرف سے مجھے
اگر سنائے کوئی مجھکو داستاں میری

وہ با وفا نہ عدو باوفا مگر اے رشک
یہ قہر ہے کہ محبت ہے درمیاں میری

سمجھ سکیگا کوئی کیا سیاستِ صیاد
قفس میں رکھی ہے تصویرِ آشیاں میری

ہر ایک چیز ادا کر رہی ہے حق اپنا
بیانِ غیر کا۔ بزم اُنکی۔ داستاں میری

بھلا یہ عشق کہیں چین لینے دیتا ہے
سکونِ مرگ ہے اک سعیٔ رائیگاں میری

چلے گئے ہیں وہ دامن جھٹک کے جسدن سے
بھڑک رہی ہے اُسی دن سے شمعِ جاں میری

اب اُس نظر کو مرا آخری سلام وفا
جو بن گئی تھی کبھی عمرِ جاوداں میری

ہلاکِ حسن کے عنوان سے محبت نے
لکھی ہے خونِ تمنا سے داستاں میری

دیارِ خیر میں بلوا لیا گیا بسمل
زہے نصیب یہ تقدیر تھی کہاں میری

جنابِ مولوی محمد شریف صاحب سیف خلفِ ارشد امام الشعرا حضرت کیف مرحوم

روش اُڑا نہ سکا رنگِ گلستاں میری — عجب بہار پہ ہے چشمِ خوں فشاں میری
غرور و ناز میں رفعت ہی تھی کہاں میری — زمین ہونے پہ ہستی ہے آسماں میری
مری سرشت ہی خالی نہیں مصیبت سے — مصیبتوں سے رہا کسطرح ہو جاں میری
یہ اور بات ہے میری زباں سے نہ سنو — تمہارا ہی تو فسانہ ہے داستاں میری
نکل کے دل سے خدا جانے رنگ کیا لائے — تاثرات میں ڈوبی ہوئی فغاں میری
اب التفات کرے وہ نگاہِ بے پروا — کہ حال کہنے پہ مجبور ہے زباں میری
نثار صورت و معنیٔ عشق حیرت پر — اس آئینہ سے حقیقت ہوئی عیاں میری
مرا وجود ہے عالم میں انجمن آرا — کہ بزمِ حشر مری محفل جہاں میری
حواس کونسے عالم میں گم ہیں اسدؔ — یہ آج لیکے گئی بیخودی کہاں میری
یہ خاص ربط ہی باعث ہی سرفرازی کا — میں خاک ہوں تو ہے وہ خاکِ آستاں میری

یہاں کوئی ہو تہہِ تیغ کیوں مرے ہوتے
میں سیفؔ ہوں تو ہے یہ بزمِ امتحاں میری

لسان الملک صاحبزادہ متین اللہ خانصاحب واثق (ٹونک)

لگا ہے تاک ہیں گو لاکھ آسماں میری
بلند ہو کے رہے شاخ آشیاں میری

تلاش گوشۂ تنہائی الاماں میری
نگاہ دیکھتا رہتا تھا باغباں میری

سُنا ہے جب سے سنیں گے وہ داستاں میری
نہیں ہے قابو میں اسوقت سی زباں میری

مرے مٹانے کو کافی ہیں یہ محبت ہیں
تری نوازشیں اور طبع بدگماں میری

نظر فریب مناظر نہوں یہ فطرت کے
سوادِ شام نہو صبح بوستاں میری

جو اسکی عظمتیں ہیں انکو میں سمجھتا ہوں
تمہارے سننے کے قابل سہی فغاں میری

ابھی چمن کو چمن کر کے میں دکھا دیتا
مگر سُنے بھی تو کمبخت باغباں میری

مجھے نگاہ سے گرنا نہیں زمانہ کی
میں کیوں سناؤں مصیبت کی داستاں میری

مٹا ضرور کہ مٹنا تھا لازمی میرا
مگر نگاہ رہی سوئے آسماں میری

ترے اشاروں پہ گذری ہے زندگی ساری
تری حیات مکمل ہے داستاں میری

سکوں نواز ہوں ثابت تو لطف ہے واثق
ستم ظریف زمانہ سے شوخیاں میری

جناب منشی عظمت اللہ خاں صاحب ناز (ٹونک)

مشاہدہ ہے نظر ہو کہاں کہاں میری
وہ سامنا ہے کہ دل ہے مرا نہ جاں میری

چڑھا کے دار پہ سنئے نہ داستاں میری
بھرم نہ کھول دے چلتی ہوئی زباں میری

سُنی نہ دل سے جگر نے کبھی فغاں میری
یہ راز کیا ہے کہ دنیا ہے رازداں میری

تڑپنے دو دلِ مضطر کو بس اٹھا لو ہاتھ
نکلنے دو کہ تمنا نہیں ہے جاں میری

قدم بڑھاتا ہوں اور پاؤں کھینچ لیتا ہوں
مرے خیال میں منزل ہے بے نشاں میری

مذاقِ حسنِ بتاں ستم ظریف نہ پوچھ
وہ پوچھتا ہے جو صورت سے ہے عیاں میری

نکالتی ہی رہی حوصلہ تڑپنے کا — نگاہِ یار بھی نکلی مزاج داں میری

اُسی کے دل میں ہوا شوقِ رویتِ صیاد — چمن میں جس نے سنی مجھ سے داستاں میری

ازل سے پردہ بہ پردہ ہے حسنِ عصمت کوش — نظر نظر سے محبت رہے نہاں میری

زباں پہ دل سے نہ آ بڑھ سکے آہِ آتش ریز — کہ سُن نہ لے کہیں صیاد الاماں میری

رکھا ہے صرف محبت کا نام جاں اے نازؔ — گلہ کیا تھا کہ جلنے لگی زباں میری

صاحبزادہ حامد سعید خانصاحب ساحلؔ سیمابی

الٰہی کب سے پریشان ہے فغاں میری — ترے جہاں میں نہ سمجھا کوئی زباں میری

یہ نیند کس لئے اچٹی ہے شوخ آنکھوں کی — کسی سے سُن تو نہ لی تم نے داستاں میری

گذر رہے ہیں شب و روزِ زندگی کیونکر — خبر بھی ہے تجھے کچھ میرے مہرباں میری

چھپا ہوا ہوں اسی رنگ و بو کے عالم میں — کرے تلاش کہیں صبحِ گلستاں میری

گدازِ شمع و فغانِ ہزار و اخترِ صبح — عجب بہاروں سے رنگیں ہے داستاں میری

مرے ہی رنگِ طبیعت کی جلوہ کاری ہے — مرے چمن میں بہاریں مری خزاں میری

کدھر ہیں مشتریانِ متاعِ دردِ جگر — لُٹا رہی ہے گہر چشمِ خوں چکاں میری

اُنہیں بھی آج قفس ہی میں کر دیا شامل — وہ تنکے جن سے تھی تعمیرِ آشیاں میری

نہ تھی نصیب کبھی گردِ کارواں بھی مجھے — اور اب تلاش میں ہیں اہلِ کارواں میری

چمن چمن مرے نغموں کی دھوم ہے اب تک — روش روش ہے گلستاں میں داستاں میری

وہ مہرباں ہوں کہ نامہرباں مگر ساحلؔ — ہر ایک حال میں فطرت ہے بدگماں میری

صاحبزادہ اطیع اللہ خانصاحب عیاںؔ (ٹونک)

جہانِ عشق میں عبرت ہے داستاں میری
رہیں گی یاد یہ ناکامیابیاں میری

مری زباں پہ بجائے گلہ ہے شکرِ ستم
زبانِ خلق سے ملتی نہیں زباں میری

جہانِ عشق میں سو انقلاب آ بھی چکے
زبانِ حسن پہ را بنک ہے داستاں میری

نگاہیں مجھ سے بدل سکتی ہیں بدلجائیں
بدل نہ جائے گی تقدیرِ مہرباں میری

مجھے تمہاری وفا کا ہے اعتبار مگر
میں کیا کروں کہ طبیعت ہے بدگماں میری

کہاں قفس ہے کہاں آشیاں مگر پھر بھی
جمی ہوئی ہے نظر سوئے آشیاں میری

بتاؤں کیا میں حقیقت بہار میں اپنی
بہار ہی تو حقیقت ہے باغباں میری

جبینِ حسن پر آنکھیں لگائے بیٹھا ہوں
یہی خوشی یہی غم کی ہے داستاں میری

چمن کو دیکھ رہا ہوں نگاہ حسرت سے
قفس میں بند مرے ساتھ ہے زباں میری

وفا سے وہ متاثر ہوں اور پھر ہوں عیاںؔ
کبھی نہ جائیگی محنت یہ رائیگاں میری

حضرت حافظ محمد یوسف علیخاں عزیز الملک سلیمانی ۔جیپور۔

یہ کس کے بام کا تارا بنی فغاں میری
کہ جھک رہا ہے خوشامد کو آسماں میری

فریب خوردۂ ہستی ہوں صوم مریم ہے
مسیح پوچھیں نہ کچھ مجھ سے داستاں میری

ہلائے دیتی ہے سکانِ عرش تک کے قلوب
عجیب چیز ہے تخلیقِ ناتواں میری

ابھی حقیقتِ کون و مکاں ہو آئینہ
جو آ نہ جائے یہ تصویر درمیاں میری

حرم سے دیر سے لایا بچا بچا کے اسے
جبیں جھکا کے رہا تیرا آستاں میری

سوالِ جام پہ کوثر بدست ہے ساقی
ملائے جائے کوئی آج ہاں میں ہاں میری

ہوائے شوق ہے اور گرد کارواں کے نصیب
نہ راہ دیکھیں بس اب اہل کارواں میری

اُڑے گی بوئے چمن بنکے شہرت اے صیاد
پروں کو باندھ دیا کاٹ دے زباں میری

ارے نصیب! کہ کہنا ہے جس سے دل کا درد
اُسی کے سامنے کھلتی نہیں زباں میری

تڑپ رہی ہے بہت برق آہ فرقت میں
کبھی تو ڈال لو کانوں میں بجلیاں میری

عزیز! اجالے کی ہوتی ہے قدر اندھیری میں
مری وفات پہ چمکیں گی خوبیاں میری

جناب پیرزادہ مولوی محمد طاسین شاہ صاحب ذہینؔ

یہ تیری بستی ہے ہستی یہاں کہاں میری
ہے آشیانہ مرا برقِ آشیاں میری

ہوا نہ یہ کہ ہو وہ خاکِ آستاں میری
تمام عمر تمنا کٹی جہاں میری

وفا کہوں کہ حقیقت وہاں ملا تو ہی
تلاش جس نے محبت میں کی جہاں میری

ہزار طرح کہا تو ہزار طرح ہوئی
تمہارے حسن کا افسانہ داستاں میری

بیانِ حسن ہے حسنِ بیاں کے پردے میں
کہانیاں ہیں تمہاری کہانیاں میری

مرے ہی سامنے آئیں مجھی کو لوٹ گئیں
تری تجلیاں بنکر تجلیاں میری

سمجھ رہا ہے دل اپنا ترے تبسم کو
میں جانتا ہوں کہ میری نہیں فغاں میری

حریمِ حسن وہاں کعبۂ جمال وہاں
جبینِ شوق جھکی ہے جہاں جہاں میری

ہے ایک جلوۂ آنی ازل سے تا بہ ابد
وہ ایک آن ہوئی عمرِ جاوداں میری

ترے سکون سے ظاہر ہے اضطراب مرا
تری ہنسی سے نمایاں ہے اب فغاں میری

بہر نشان و بہر نام جلوہ گر ہے ذہینؔ
یہ ایک ہستیٔ بے نام و بے نشاں میری

جناب سید احمد علی شاہ صاحب جعفری قمرؔ ایم۔ اے۔ ایل ایل بی۔ سب جج جیپور

وہ چاہتے ہیں سنیں مجھ سے داستاں میری
جواب دینے لگی وقت پر زباں میری

حریم حسن کی رونق ہے سوزِ الفت سے
تری بہار کا باعث ہیں گرمیاں میری

بہت ہیں کام تمہیں کم ہے فرصتِ محشر
کبھی ہو وقت تو سن لینا داستاں میری

چمن میں لائے تجھے میرے پیچھے صیاد
رُلا رہی ہیں مجھے شاد کامیاں میری

فغاں کسی نے کہا اور کسی نے نغمۂ شوق
چمن میں ٹھیک نہ سمجھا کوئی زباں میری

رہیں گے بلبل و گُل کی زباں پر افسانے
بھلائی جا نہ سکیں گی کہانیاں میری

گناہ میں نے کئے اب معاف کر دیں آپ
حساب لیکے نہ کھلوایئے زباں میری

خراب حسن بتاں ہوں بھلا جناب قمرؔ
کہاں پہنچنے لگیں بدگمانیاں میری

جناب مولوی عبدالوہاب خانصاحب عاصمؔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل نائب خزانہ جیپور

وہ غمزہ کوش نگاہیں ہوں یا فغاں میری
ہیں زندگی یہی دو چار بجلیاں میری

امین سوزِ محبت ہے ہر فغاں میری
بہارِ حسن سے کچھ کم نہیں خزاں میری

وہ اک نگاہ میں کیا کہہ گئے کہ یاد تو ہے
مگر ترستی ہے اُس لطف کو زباں میری

برس رہی ہیں تبسم کی بجلیاں اُن پر
دکھا رہی ہے اثر حسرتِ نہاں میری

وہ روبرو ہیں مگر میں ہوں محوِ لطفِ خیال
حریف ناز ہوئیں بے نیازیاں میری

جنون پاس ادب کا مآل کار نہ پوچھ
جبینِ شوق نہ تھی ننگِ آستاں میری

چمن طراز نگاہیں بلند ہوں یارب
جھکی ہوئی ہے بہت شاخِ آشیاں میری

ترے حجاب کے صدقے ترے شباب کی خیر
ادھر نہ دیکھ کہ ہے آہ بے اماں میری

ملی نگاہ تو اُف کر کے رہ گئے احباب | حکایتِ غمِ دل ہوگئی بیاں میری
نہ پوچھ رازِ محبت کی بیکسی عاصمؔ | کہ ہر نگاہ ہے آمادۂ فغاں میری

جناب منشی منور حسین خاں صاحب زیبؔ دھلوی

حدیثِ کُن سے معنوں ہے داستاں میری | یہ کائنات ہے اک شوخیٔ بیاں میری
سُنی نہ اہلِ محبت نے داستاں میری | فغاں کے جرم میں پکڑی گئی زباں میری
وہ راز ہوں کہ کھلا بھی تو راز ہی میں رہا | سوا مرے کوئی سمجھا نہ چیستاں میری
تعینات کی زینت ہی میرا مقصد ہے | حجاب سوز نہیں ہیں تجلیاں میری
حریمِ عرش کہاں جلوہ گاہ دہر کہاں | کہاں سے لائیں کہاں خود نمائیاں میری
یہ راز پوچھئے خود اپنی بیٹھی نظروں سے | کہ دل میں ہوگئی کیوں آرزو جواں میری
پُکاریئے کہ نہیں اب تمیزِ راہ مجھے | خبر نہیں کہ نظر رہ گئی کہاں میری
جو ہو سکے تو مرے دل کو دے فغاں کی سزا | کہ اس گناہ کی موجد نہیں زباں میری
سرشکِ ابر کہاں روحِ خونِ شوق کہاں | کہاں فلک کی گہر باریاں کہاں میری
ملا نصیب سے یہ مرگِ بیکسی کا صلا | قفس میں لائی صبا خاکِ آشیاں میری
نظر میں یار کی رہتا ہوں بن کے زیبؔ نظر | نگاہِ یار ہے ہر لحظہ پاسباں میری

جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رزیؔ، جیپور

دیارِ غیر یہ مجبوریٔ زباں میری | رزیؔ نہ پوچھ یہاں حسرتِ بیاں میری
ہے ایک جلوۂ گل کیفِ مے فغاں میری | یہ کائنات نہیں ہے مزاج داں میری
نوا گرانِ ارم زمزمے نئے سن لیں | یہاں جھکی ہے ابھی شاخِ آشیاں میری
بس اور آتشِ گل تربیت نہ فرمائیے | سلگ اٹھے نہ کہیں شاخِ آشیاں میری

ہے ایک زمزمۂ عشق حُسن کا نغمہ — سُنی نہ آپ نے اکدن ذرا فغاں میری
گمان بادِ نشاطِ طرب سہی پھر بھی — سرِ بہار کلی لے نہ ہچکیاں میری
کمال ناز کی ادنیٰ سی اک نچھاور ہے — تجھے پسند نہیں سعیٔ رائیگاں میری
وہ مسکرا نہ سکے میں نہ پی سکا آنسو — نہیں مقدرِ دل آہ رائیگاں میری
حریمِ حسن پر اک کیف سا برستا ہے — نشاطِ جرعۂ مے ہے فغاں فغاں میری

پنڈت چاند نرائن ٹکو صاحب تہر بی۔اے۔

ابھی سے برق یہ تخریبِ خانماں میری — ہوئی ہے برسوں میں تعمیرِ آشیاں میری
وہ میرے مُنہ سے اگر سن لیں داستاں میری — تو منہ کو چوم لے خود شوخیٔ بیاں میری
جو میرے دل میں ہے وہ اُنسے یہ نہیں کہتی — خلاف ہے مرے دل سے بھی اب زباں میری
مقابلہ سرخ رنگیں سے آپ کے ہوگا — بڑھی کچھ اور جو رنگینیٔ بیاں میری
یہ میرے دل کی لگی نے لگائی ہی سب آگ — بنی ہے آہ مری برقِ آشیاں میری
جو پوچھتا ہے وہ میں اُس سے کہہ نہیں سکتا — جو میں کہوں وہ نہیں سنتا رازداں میری
ہزار جوششِ جنوں ہو ہزار فصلِ بہار — عیاں نہ ہوگی کبھی شورشِ نہاں میری
مٹے گی دل سے کدورت نہ انکے محشر تک — ہزار خاک اڑائے جو آسماں میری
یہ کہکے شیخ کو ساقی نے کرلیا راضی — جنابِ قبلہ ہے نذرِ آپ کے دُکاں میری
کلیجہ تھام کے رہ جاؤگے جو سُن لوگے — اثر کو عرش سے لے آئی ہے فغاں میری

نکل کے جاؤں کہاں دورِ چرخ سے اے تہر
تُلا ہوا ہے تباہی پر آسماں میری

جناب بھنور سنگھ تنور نازش جیپوری شاگرد جناب نفیس سندیلوی

نہیں ہے قصۂ فرہاد داستاں میری
جگر کو تھام کے سنئے ذرا فغاں میری

قیامت آئیگی اور آئے گی ضرور اک دن
سنے گا اور سنے گا خدا وہاں میری

وہ مجھسے کہتا ہے سنکر رقیب کی باتیں
کہیں رقیب سے کہدے نہ رازداں میری

مقابلہ تو بہت سخت ہے رقیبوں سے
خدا ہی شرم رکھے وقت امتحاں میری

مری نظر میں وہ ہر وقت ہیں مگر پھر بھی
وہی ہیں اُن سے ابھی بدگمانیاں میری

گئی نہ عرش پہ یہ پاس نازکی سے ترے
نکل کے لب پہ رہی آہ ناتواں میری

نہو نے پائے مرے قتل سے وہ خوش دلیں
کہ آئی موت بھی تو آئی ناگہاں میری

فقیر بنکے بھی جاؤں جو میں تو کیا حاصل
کہ جاں جائیگا آواز پاسباں میری

نہ اُس جہان میں فریاد کی ملی کچھ داد
نہ اِس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

نہ وہ فلک ہے نہ وہ گردش فلک نازش
ہوئی ہے آج شبِ وصل میہماں میری

جناب صلاح الدین صاحب عشقی فاروقی یوسفی

ادا ہوئی نگہِ یاس سے فغاں میری
میں اور کیا کہوں صورت ہے ترجماں میری

عطا امانتِ غم کی تو یہ بھی دیکھنا تھا
کہاں یہ بار کہاں جانِ ناتواں میری

تمام قصۂ الفت تری تمنا ہے
ہے ایک لفظ میں پوشیدہ داستاں میری

حدودِ دیر و حرم سے اُدھر ہے منزلِ عشق
کرے تلاش نہ کوئی یہاں وہاں میری

وہ ایک لمحہ ترے التفات کا جسپر
ہزار بار فدا عمر جاوداں میری

زبانِ عشق کو عشقی کوئی سمجھ نہ سکا
تمام بزم ہے ہونیکو ہمزباں میری

مولوی سید محمد ایوب صاحب تپش مودودی جاگیردار۔ اجمیر

خود آئیں سنکے وہ ایسی نہیں فغاں میری ۔۔۔ بلائیں مجھکو یہ تقدیر ہے کہاں میری
وہ بے خبر ہے۔ رسائی نہیں کہاں میری ۔۔۔ اثر کو عرش سے لے آئیگی فغاں میری
وفائے غیر کی تعریف یوں بیاں کرتے ۔۔۔ دہن میں آپ کے ہوتی اگر زباں میری
جدھر سنو ہیں وہاں حسن و عشق کے چرچے ۔۔۔ ہے تیری وجہ سے شہرت کہاں کہاں میری
زباں کا اپنی اُنہیں پاس جب ہوا ے قاصد ۔۔۔ بجائے خط کے لفافہ میں ہو زباں میری
نہ بھولوں گا کبھی مسکن ۔ ہزار ہو بندش ۔۔۔ قفس میں قید ۔ نظر سوئے آسماں میری
مری وفا کی ہو تعریف اور مرے آگے ۔۔۔ یہ ہے زبان تمھاری کہ ہے زباں میری
وہ آرہے ہیں دم نزع۔ بہرِ استقبال ۔۔۔ چلی ہیں لینے کو رک رک کے ہچکیاں میری
اگر پسند نہو دل تو آؤ آنکھوں میں ۔۔۔ تماشے تمکو دکھائینگی پتلیاں میری
فریبِ دل ہے سراسر تپش ارے توبہ ۔۔۔ سنیں گے میری زباں سے وہ داستاں میری
تپش ازل سے ہوں مداحِ مالکِ جنت ۔۔۔ دُھلی ہے کوثر و تسنیم سے زباں میری

خواجہ سید اکبر حسین صاحب اکبر چشتی۔ اجمیر

نہ کام آئی یہ رنگینیٔ بیاں میری ۔۔۔ نہ اِس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری
مرے فسانے نے بدنام کر دیا مجھکو ۔۔۔ زبانِ خلق پہ پھرتی ہے داستاں میری
فنا کے بعد تو رہنے دے چین سے ظالم ۔۔۔ ٹھکانے مٹی تو لگنے دے آسماں میری
جہاں میں رہ کے جہاں سے الگ الگ ہی رہے ۔۔۔ مرا بیان مرا رنگ اور زباں میری
ادا شناس نہیں کوئی تیری محفل میں ۔۔۔ نرالی تو نہیں دنیا سے داستاں میری

ہر اک زبان تلی ہے مری برائی پر
بنی ہے عشق میں دشمن ہر اک زباں میری
اُسے گلا ہے مرے شکوہ و شکایت کا
الٰہی بند ہی ہو جائے اب زباں میری
الٰہی خیر کہ پھر گھات میں ہے برق طپاں
بہت ضعیف ہے بنیادِ آشیاں میری
یہاں پر آتے ہوئے موت کو بھی موت آئی
چھپی ہے جا کے کہاں مرگِ ناگہاں میری
نقاب اٹھا کے وہ جلوے دکھا رہے ہیں مجھے
ٹھکانے لگ ہی گئی سعیٔ رائیگاں میری
میں ایک ہستیٔ مجبور و خوار ہوں اکبر
نہ زندگی ہے نہ ہے مرگِ ناگہاں میری

جناب حکیم محمد صدیق صاحب شوقی۔ اجمیر

بیانِ حسن کرے طاقتِ بیاں میری
کہاں وہ حسن مجسم کہاں زباں میری
رُکے کہیں نہ دمِ گفتگو زباں میری
مری زباں سے سنیں گے وہ داستاں میری
سنو تو میری خموشی سے داستاں میری
یہ بے زبان بھی گویا ہے اک زباں میری
تعینات کی حد سے گذر چکا ہوں میں
وہ آ رہی ہے نظر حدِ لا مکاں میری
ترا کرم ہے کیا صبر بھی عطا ورنہ
کہاں یہ درد کہاں جانِ ناتواں میری
نکل رہے ہیں اُسی سرزمیں سے لالہ و گل
گری تھی خاکِ نشیمن جہاں جہاں میری
ابھی ہو شورِ انا الحق جہان میں برپا
ہو ذرہ ذرہ میں پیدا اگر زباں میری
نہ چھیڑ ذکرِ گلستاں قفس میں اے صبا
عبث ہے یادِ چمن فکرِ آشیاں میری
الٰہی خیر ہو میرے دل و جگر کی خیر
بہا رہی ہے لہو چشمِ خوں فشاں میری
مراد قطعِ منازل ہے کارواں نہ سہی
بنے گی راہ نما راہِ کارواں میری
نہ وہ ہی میرے ہیں شوقی نہ میں ہی اپنا ہوں
نہ میرا دل ہی ہے میرا نہ میری جاں میری

جناب مولانا خواجہ سید عبدالباری معنیؔ اجمیری

زبانِ عشق ہے گویا نہیں زباں میری ‏ سنا رہا ہے کوئی اور داستاں میری
چمن تمام ہے رنگین خونِ حسرت سے ‏ ہے ثبت ہر ورقِ گل پہ داستاں میری
ہوئی ہمیشہ بسر بجلیوں کے دامن میں ‏ کبھی نہ سبز ہوئی شاخِ آشیاں میری
وہ مستِ ناز جو پامال ناز کر دیتا ‏ یہ مشتِ خاک نہ ہوتی رواں دواں میری
ورق ورق ہے پریشاں کتابِ ہستی کا ‏ کہ پارہ پارہ ہے عالم میں داستاں میری
تری نگاہ کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ ہے ‏ عجب لطیف کشاکش میں ہے یہ جاں میری
چمن چمن مرا افسانۂ محبت ہے ‏ کلی کلی ہے گلستاں کی رازداں میری
اُدھر وہ - اور وہی بے نشانیاں آنکی ‏ اِدھر یہیں اور یہی سعیٔ رائیگاں میری
تڑپ کے رہ گئی بجلی بھی رشک و حسرت سے ‏ ہوئی جو صرفِ چمن خاکِ آشیاں میری
محبت ایک سمندر ہے وہ بھی بے پایاں ‏ چلی ہے کشتیٔ دل ڈوبنے کہاں میری
غمِ فنا ہے نہ فکرِ بقا مجھے معنیؔ ‏ کہ زندگی محبت ہے جاوداں میری

جناب منشی رمضان علی صاحب اخترؔ سہارنپوری

وہ پوری سننے بھی پائے نہ داستاں میری ‏ غضب ہوا کہ بہکنے لگی زباں میری
تمہارا قصہ تمہیں کو سنانے آیا ہوں ‏ بڑے مزے کی ہے دلچسپ داستاں میری
کرونگا آپ کا شکوہ تو رنجشیں ہونگی ‏ یونہیں تو چپ ہوں نہ کھلوایئے زباں میری
بڑے مزے سے حسینوں میں خوب گذرے گی ‏ زمانہ دیکھے گا عاشق مزاجیاں میری
بنا رہے ہیں انہیں بھی وہ مجھ سا دیوانہ ‏ سنا رہے ہیں رقیبوں کو داستاں میری

کسی حسین پہ یہ بھی تو آ گئی ظالم — رہی جو برسوں طبیعت مزاجداں میری
مزارِ مجنوں پہ یوں جا رہے ہیں دیوانے — کہ وہ بڑھائیں گے منت کی بیڑیاں میری
تمہاری باتیں سنوں غیر کے بھی طعنے سنوں — سمجھ تو لو مرے منہ میں ہی ہے زباں میری
یہ جھوٹی باتوں سے فقروں سے دم دلاسوں سے — کہاں تک آپ کرینگے تسلیاں میری
تمہیں خبر بھی ہے ہیں کس کا منقبت گو ہوں — جنابِ خواجہ میں مقبول ہے زباں میری
مرے کلام میں رنگِ ظہیر ہے اختر — زبانِ دہلی کی تقلید ہے زباں میری

فدا الملک جناب سید محمود علی عرشی مالک کلیمی پریس اجمیر شریف

محیطِ کُل ہوں رسائی نہیں کہاں میری — ستارے میرے قمر میرا کہکشاں میری
کلی کلی کی خموشی ہے ترجماں میری — لکھی ہے ہر ورقِ گُل پہ داستاں میری
قفس میں پھر ہیں فزوں بیقراریاں میری — چمن میں چھیڑ دی یہ کس نے داستاں میری
یہ لطفِ خاص یہ آمادگی زہے قسمت — حضور سُن بھی سکیں کاش داستاں میری
بنائے کعبہ ہے میرا ہی سجدۂ مقبول — قبول ہو کے رہیں جبہ سائیاں میری
معاونِ کششِ برق ہے یہ رنگ و نمو — الٰہی سبز نہو شاخِ آشیاں میری
ہٹی نہیں ہے گلستاں سے بجلیوں کی نظر — چمن میں ہو نہ کہیں خاکِ آشیاں میری
ادھر وہ آئے ادھر آئی آخری ہچکی — کہا نہ ختم ہوئی آہ داستاں میری
وہ پوچھتے ہیں جنازے پہ وجہ خاموشی — خموش کاش نہوتی ابھی زباں میری

یہ روز روز نئے گُل نہ کھلتے اے عرشی
چمن میں کاش سمجھتا کوئی زباں میری

رفیق الشعراء جناب سید علی پیرزادہ راحت اجمیری

مخالفت پہ ہے آمادہ آسماں میری
تجھی کو شرم ہے خلاقِ دو جہاں میری

زمیں پہ قبر ہوئی ہے رواں دواں میری
ہوا میں خاک اُڑائے گا آسماں میری

ہمیشہ تاک میں رہتا ہے آسماں میری
مدد کو آئیے سرتاجِ خواجگاں میری

طویل عمرِ خضر سے ہے داستاں میری
پُرانے قصہ کو دھرائے کیا زباں میری

فضائے حرص کا یارب اثر نہو مجھپر
بُرے سخن سے ملوّث نہو زباں میری

کہوں جو راست بتوں سے نفاق ہو میرا ق
جو بولوں جھوٹ تو گندی ہو یہ زباں میری

یہی مناسب و اولیٰ ہے اور بہتر ہے
کہ ایسی شکل میں چپ سادھ لے زباں میری

اگر سنیں گے وہ فریاد اوپری دل سے
سمٹ کے تالو سے لگ جائیگی زباں میری

یہ نشہ کہتا ہے سر چڑھ کے حسن و دولت کا
ہر ایک بات میں ہر دم ہو ہاں میں ہاں میری

الٰہی دنیا کے جھگڑوں میں خوف ہے مجھکو
کہیں یہ عمر نہ ہو جائے رائیگاں میری

کہاں وہ زورِ جوانی کا جسم میں راحت
شکست خوردہ ہے اب طبع ناتواں میری

جناب منشی امین الدین خانصاحب مفتوں اجمیری

ملائکہ پہ حقیقت ہے سب عیاں میری
کریگا ہمسری کیا خاک آسماں میری

بنی اسیریٔ گلشن ہی ترجماں میری
چٹک کے غنچے سناتے ہیں داستاں میری

یہ سچ ہے شکوۂ قسمت ہے عبدیت کے خلاف
مگر میں کیا کروں بس میں نہیں زباں میری

اُٹھیں گے حشر کے دھوکے میں خفتگانِ لحد
فغانِ صور کو شرمائیگی فغاں میری

غضب کہ ہوگئی یہ بھی شریک گردشِ چرخ
مجھے یقین تھا قسمت ہے رازداں میری

وہ مستِ بادۂ پندار اور مستغنی
کسے سناؤں سنے کون داستاں میری

قفس میں لاتی ہے گلشن سے روز نکہتِ گل
بس اک نسیمِ چمن ہے مزاجداں میری

ہے میرے رتبہ سے ہر ذرّۂ زمیں واقف
فلک پہ تاروں کو ازبر ہے داستاں میری

ادھر یہ حال کہ مفقود طاقتِ پرواز
اُدھر ہیں تاک میں گلچین و باغباں میری

زمانہ یاد رکھے گا مجھے قیامت تک
کہ یادگارِ زمانہ ہے داستاں میری

مجھے معینی سے پہونچا ہے فیضِ مفتوںؔ
زبانِ حضرتِ استاد ہے زباں میری

جناب منشی محمد صدیق صاحب دردؔ سعیدی ٹونکی

شروع ہوتی ہے جسوقت داستاں میری
نگاہِ حسن بھی ہوتی ہے ہمزباں میری

وہی بہار و خزاں ہے۔ وہی چمن لیکن
بہار میری چمن میں نہ اب خزاں میری

وہی ہوں میں کہ ترے بارِ غم کا حامل تھا
گراں ہے آہ مگر اب تو مجھ پہ جاں میری

بہار بنکے قفس پر محیط ہے اب تک
تصورات میں دنیائے آشیاں میری

ہیں دو جہاں محبّت کا ایک افسانہ
اور ایک لفظِ محبّت ہے داستاں میری

ہوئے سجودِ ہوس سرفراز غیروں کے
جبینِ شوق ہے اک وقفِ آستاں میری

برنگِ لالہ و گل بے حجاب تھے جلوے
نگاہِ شوق پڑی ہے جہاں جہاں میری

بڑی کٹھن ہے محبت کی آخری منزل
کہ اُس نظر میں ہے اب حسرتِ نہاں میری

اب اُس کی یاد ہے سوہانِ روح میرے لئے
وہ زندگی جو کبھی تھی نشاطِ جاں میری

تمام رنج و الم ہوگئے ہیں ختم وہاں
ہوئی ہے ختم جہاں آکے داستاں میری

جہاں کی خاک بھی میرے لئے ہے قابلِ قدر
نہ پوچھ دردؔ کہ ہے قدر کیا وہاں میری

جناب مولوی سید محمد مرتضیٰ صاحب شمیم بھوپالی تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

مٹی ہے کیسے حیاتِ الم نشاں میری
تجھے بھی یاد ہے اے شمع بزم جاں میری

فنا کے بعد بھی ہے جستجوئے منزلِ یار
ہے خاک دوشِ صبا پر رواں دواں میری

ستائشِ مئے گلگوں چہرہ کر رہا ہوں میں
دماغ میرا ہے دل میرا ہے زباں میری

سرور و کیف ملا وہ شرابِ نوشی میں
بنی ہے روح رواں عرش آشیاں میری

پلا دے آج تو دریا دلی سے خُم مجھکو
بجھے گی پیاس نہ اک جام سے مغاں میری

تری نگاہِ محبت نواز کے قربان
اُلٹ پلٹ گئی وہ غم کی داستاں میری

الم نصیب رہا مبتلائے دردِ فراق
خبر نہ لی کبھی اے فتنۂ زماں میری

شگفتہ لالہ و گُل یہ نہیں ہیں صحرا میں
بنا رہی ہے چمن چشمِ خوں چکاں میری

لگا رہا ہوں میں انبار تازہ پھولوں کے
زباں ہے وصفِ گل تر میں گلفشاں میری

ہزار شورشِ دنیائے اضطراب کے ساتھ
چلی ہے سوئے فلک آہِ ناتواں میری

شمیم فیض سے اُستاد داغ کے یہ ہوا
چھپی نہ چھپ کے رہی شوخیٔ زباں میری

جناب سید فراست حسین کشش اجمیری

جو بات کہہ نہ سکی عمر بھر زباں میری
وہ کہہ گئی نگہہ شوق ترجماں میری

دل و جگر کو جلانے لگی فغاں میری
اُجڑ رہی ہیں محبت کی بستیاں میری

ستم نصیب ہوں ایسا کہ میری بدحالی
زبانِ حال سے کہتی ہے داستاں میری

یہ عرضِ عشق ہے اظہارِ آرزو تو نہیں
کبھی تو بات سُنی ہوتی بدگماں میری

یہ حسن و عشق کو پنچلا نہ بیٹھنے دینگے
ترا حجابِ نظر بدگمانیاں میری

مجھے کہیں کا نہ آدابِ عشق نے رکھا
کہ اب دہن سے نکلتی نہیں فغاں میری

یہ کیا ہے طرزِ محبت کہ اُنکے آنے سے
اب اور بڑھنے لگیں بیقراریاں میری

مجھے نگاہِ محبت نے زندگی بخشی
ہے میرا ذوقِ نظر عمرِ جاوداں میری

غمِ فراق میں آنکھوں سے اشک بن بنکر
نکل رہی ہے کشش جانِ ناتواں میری

جناب سیّد اختر حسین اختؔر اکبرآبادی

وہ سُن رہے ہیں مرے منہ سے داستاں میری
بہک نہ جائے الٰہی کہیں زباں میری

وہ میرا گریۂ پیہم - وہ ہچکیاں میری
وہ داستاں مری یہ شرح داستاں میری

ہوا کے ساتھ گلستاں میں اُڑتی پھرتی ہے
بنی ہے نکہتِ گل خاکِ آشیاں میری

وہ راہِ عام پہ لالا کے دیکھتے ہیں مجھے
ملا رہے ہیں زمانہ سے داستاں میری

قدم بڑھائے چلا جارہا ہوں الفت میں
پکارتی ہے مجھے عمرِ رائیگاں میری

ستم ظریفیٔ اہلِ جہاں کو کیا کہیے
تمہارے نام سے کہتے ہیں داستاں میری

زہے نصیب بڑا کام کر لیا میں نے
ہوئی ہے عمر محبت میں رائگاں میری

بہ فیضِ عشق طبیعت شناسِ عالم ہوں
رکھی ہیں نبضِ زمانہ پہ اُنگلیاں میری

مجھے بھلا کے بھی اتنے تعلقات رہے
وہ مسکرا دیئے یاد آ گئی جہاں میری

چلا ہوں لیکے سہارا شکستہ پائی کا
کہ راہ دیکھ رہا ہوگا کارواں میری

مجھے یہ ناز ہے اختؔر دیارِ میؔر کا ہوں
جہانِ شعر میں ہے مستند زباں میری

جناب مولوی سید عبد القادر صاحب خنداں نگینوی ثم اجمیری

مجھے ذلیل نہ کر اہل حشر کے آگے
کہ تیری ہی تو مشیت تھی داستاں میری

وہ اٹھے رحمت باری کے گلفشاں بادل
وہ نذر برق ہوئی شاخ آشیاں میری

وہ اور نقاب الٹ دیں مرے لئے توبہ
نقاب الٹ کے رہیں اشک باریاں میری

نہ بت پرست نہ بت گر نہ بت شکن ہو کوئی
کہ پھر عروج پہ ہیں بت پرستیاں میری

تمام عصمت و عفت تمام مہر و وفا
ریاستوں کا تمدن ہے داستاں میری

کرم نہ کیجئے میری شکستہ حالی پر
کہیں نہ بنکے بگڑ جائے داستاں میری

شراب و حور سے کیا واسطہ مجھے واعظ
غلام ساقی کوثر ہیں مستیاں میری

وہ سن رہے تھے مگر شرمسار ہو ہو کر
بڑے مزے کی کہانی تھی داستاں میری

نہ عندلیب غزلخواں نہ شاخ گل خنداں
یہ فصل گل ہے کہ غمناک داستاں میری

جناب منشی محمد وزیر صاحب بصر اکبرآبادی۔ اجمیر

نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری
نہیں تو کتنی ہے دلچسپ داستاں میری

قفس میں کلمۂ صیاد گو پڑھا ہی کیا
مگر نگاہ رہی سوئے بوستاں میری

پھر آئے خون کے سیلاب کوئے قاتل میں
پھر آج جوش پہ ہے چشم خوں فشاں میری

گری نہ خانۂ صیاد پر کبھی اے برق
تھی کیا نظر میں یہی شاخ آشیاں میری

زمین کوچۂ جاناں چھٹی نہ چھوٹے گی
کرے مخالفتیں لاکھ آسماں میری

نہ اور درپئے ایذا ہو باز آ اے چرخ
نہ پھونکدے کہیں آہ شرر فشاں میری

الٰہی خنجر قاتل سے سامنا ہوگا
الٰہی بات رہے وقت امتحاں میری

جناب منشی محمود الحسن صاحب بہار کوٹی

بڑی ہی دلکش و رنگیں ہے داستاں میری
چمن میں آنکھ قفس میں کھلی زباں میری

فلک بھی جس کے تصور سے کانپ اُٹھتا ہے
وہ درد جھیل گئی جانِ ناتواں میری

چراغ بجھ گئے نیند آگئی ستاروں کو
جب اُن کے ذکر سے غافل ہوئی زباں میری

مجھے تو جبر کی قوت کو آزمانا ہے
رہے رہے نہ رہے شاخِ آشیاں میری

اُنھوں نے بڑھ کے وہیں طرحِ آستاں رکھ دی
وفورِ غم سے جھکی تھی جبیں جہاں میری

مجھے قبول ہے گھٹ گھٹ کے جان دیدینا
ہے بارِ خاطرِ نازک اگر فغاں میری

وہیں ہزاروں ہستیاں بھی ہیں خداوندا
سسک سسک کے کٹی زندگی جہاں میری

نہ جانے جاگ اُٹھے کس وقت آہ کی تاثیر
کہا بھی مانئے سنئے نہ داستاں میری

تھی گمرہی مری رہبر رہِ محبت میں
نہ پہونچے گرد کو یارانِ کارواں میری

خوشا نصیب ٹھکانے لگی مری محنت
ہے صرفِ نشوِ چمن خاکِ آشیاں میری

جناب سید سرفراز علی صاحب راز اجمیری

نہ چپ رہے تو کرے کیا بھلا زباں میری
کہ حسرتوں سے ہے لبریز داستاں میری

جفا و جور کی ظالم کچھ انتہا بھی ہے
کہ سیکڑوں ہیں ستم اور ایک جاں میری

کلیجہ تھام کے ہاتھوں سے رو دیئے آخر
میں کہہ رہا تھا کہ سنئے نہ داستاں میری

یہ مانا غیر سخن ساز ہے بہت لیکن
کہاں سے لائیگا رنگینیٔ بیاں میری

کبھی تو آئے گا رحم اُنکو میری حالت پر
کبھی تو دل پہ کریگی اثر فغاں میری

زمیں تو کیا ہے فلک بھی ہو تر بتر خوں میں
لہو بہائے اگر چشم خوں فشاں میری

وہ آنے جانے لگے رفتہ رفتہ میرے گھر
گئی نہ آہِ سحر گاہ رائیگاں میری

ہیں بزم نازمیں خاموش جلکے پروانے
زبانِ شمع سناتی ہے داستاں میری

اثر دکھاکے رہے نالہ ہائے نیم شبی
جگر میں لینے لگی چٹکیاں فغاں میری

یہ لیکے آتی ہے روز اپنے ساتھ اک محشر
شبِ فراق ہے گویا مزاج داں میری

ہیں گلر خوں پہ تصدق۔ گلو نپہ وہ قرباں
اک عندلیب ہے اے زاہد راز داں میری

صاحبزادہ سید زین الزاہدین زاہد معینی سلیمانی اجمیری

سناؤں کسکو سنے کون داستاں میری
وطن سے دور ہوں ہے اجنبی زباں میری

الٰہی رازِ محبت بھی کیا معمہ ہے
نہ راز داں کی ہیں سمجھا نہ راز داں میری

مکاں ڈھونڈھ کے اب لامکاں کی ہے تلاش
خدا کی شان کہ پہونچی نظر کہاں میری

محال ہے کہ تری دسترس ہوا ے صیاد
بہت بلندی پہ ہے شاخِ آشیاں میری

یہ ڈر ہے تیری محبت نہ ہو کہیں رسوا
لبوں تک آکے جو رک جاتی ہے فغاں میری

کروں میں حشر میں شکوہ ترا معاذ اللہ
الٰہی منہ میں نہ اس روز ہو زباں میری

بچا کے رکھ تری ان بجلیوں کو اے گردوں
کہ پھونکدے نہ انہیں سوزشِ فغاں میری

انہیں جو شب کو کوئی قصہ خواں نہیں ملتا
وہ چھیڑ چھیڑ کے سنتے ہیں داستاں میری

تری عطاؤں کے صدقے ترے کرم کے نثار
کبھی نہ خالی گئی آج تک زباں میری

کہیں یہ یاد کیا جا رہا ہوں میں شاید
بلا سبب نہیں زاہد یہ ہچکیاں میری

جناب گوپال نراین صاحب سکسینہ صہبا۔ بی اے سی۔ ٹی۔ ایس۔ ای ایس
گورنمنٹ معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول اجمیر

وہ چاہتے ہیں سنیں مجھ سے داستاں میری — زباں دہن میں ہے لیکن نہیں زباں میری

خبر نہیں کہ قضا مر رہی کہاں میری — ڈرا رہی ہیں مجھے کیوں یہ ہچکیاں میری

جو زلفیں کھیل رہی ہیں تمھارے چہرے پر — یہی ہیں ہجر میں واللیل قصہ خواں میری

ہجوم رنج و الم میں کچھ ایسا کھویا ہوں — کہ زیست رہ گئی ہے بنکے چیستاں میری

تو پاس آبرو اے چشم تر ذرا رکھنا — کہ دو ہی اشک میں مضمر ہے داستاں میری

ازل سے سیر گلستاں لکھی تھی قسمت میں — رنگیں ہیں خونِ جگر سے جو پتلیاں میری

گدازِ شمع سے ظاہر مری حقیقت ہے — یہی اکیلی ہے لے دے کے نوحہ خواں میری

قفس میں آکے ہوا بے نیازِ لطفِ چمن — نہ فصلِ گل ہے مری اب نہ ہے خزاں میری

مجھی سے پوچھتے ہو حال کیوں مرا آخر — تمھارا قصۂ رنگیں ہے داستاں میری

اٹھائے ہاتھ بھی سوئے فلک نہ تھے پورے — کسی کی بن گئی انگڑائی جاں ستاں میری

تپ فراق میں صہبا وہ شعلے اٹھتے ہیں — زبانہ رہ گئی ہے بن کے اب زباں میری

جناب مولوی ایوب خاں احسن اجمیری منشی فاضل

اگر حضور سنیں تو کھلے زباں میری — بڑے مزے کی ہے سرکار داستاں میری

کسی طرح نہیں تھمتی ہیں ہچکیاں میری — نگاہ جاتی ہے جب سوئے آشیاں میری

اسی میں سوز ہے پنہاں اسی میں ساز بھی ہے — نشاط و حزن کا آئینہ ہے فغاں میری

کہا یہ حسن نے ذرّہ میں مہر انور میں — کہاں کہاں نہ ہوئیں جلوہ باریاں میری (ق)

نگاہِ عشق کے حال پہ منکشف ہو گی — تجلیاں ہیں ہر اک شے سے جو عیاں میری

نگاہِ عشق نے یوں انتخاب مجھکو کیا
تھی طبع حسن ازل سے مزاج داں میری

زباں زباں ہے وہی جو سمجھ میں آجائے
تو سب سمجھتے ہیں جو کچھ بھی ہے زباں میری

تجلیات جہاں دم بدم ہیں جلوہ فگن
وہ ایک ہستی ہے اب زیر آسماں میری

نگاہ ساقیٔ مخمور کا تصدق ہے
رہیں جام نہیں بادہ نوشیاں میری

چمن چمن میں مرا تذکرہ ہے ای احسن
کلی کلی کی زباں پر ہے داستاں میری

جناب منشی احمد خاں صاحب عیش۔ ٹونک

سمجھ سکے کوئی کیا مشکلیں وہاں میری
نگاہ دیکھتا رہتا ہے بدگماں میری

جو دل میں شوقِ شہادت ہے وہ کہوں نہ کہوں
پڑی ہوئی ہے اسی گومگو میں جاں میری

مجھے کبھی نہ کبھی کامیاب ہونا ہے
ہزار کوششیں ہوجائیں رائیگاں میری

جہانِ عشق میں عالم ہے کس مپرسی کا
کسے سناؤں سنے کون داستاں میری

طرح طرح سے زمانہ میں سن رہا ہوں میں
الگ الگ ہے ہر اک منہ پہ داستاں میری

تمہارے کہنے سے پہلے ہی ہم سمجھتے تھے
وہ سن سنا کے یہ کہتے ہیں داستاں میری

قفس میں آیا تھا بربادِ آشیاں ہوکر
قفس کے بعد بسر ہوگی اب کہاں میری

ابھی کچھ اور ادا فرضِ عشق کرنا ہے
ابھی تو باقی ہے کچھ جان ناتواں میری

تمہاری بزم میں آکر یہ حال ہے میرا
کہ جیسے کوئی ضرورت نہ تھی یہاں میری

ہیں اور شکوۂ ربطِ عدو "بایں الفاظ"
نہ یہ بیان ہے میرا نہ یہ زباں میری

پیامِ شوق کی اللہ رے عیش ناکامی
کہ نامہ بر کے دہن میں نہیں زباں میری

جناب سید محمد عالم صاحب عالَم فخری - اجمیر

کوئی سُنے نہ سُنے مجھ سے داستاں میری — زبانِ حال ہے اب آپ ترجماں میری

نہ طاقتِ غمِ دوری نہ تابِ نظارہ — ہے کشمکش میں غرض جانِ ناتواں میری

عرق عرق ہے کسی کی جبیں ندامت سے — نہ جانے شوق میں کیا کہہ گئی زباں میری

نگاہِ ناز ابھی سے ہے کیوں نیاز آگیں — سنی کہاں ہے ابھی تم نے داستاں میری

دمِ خرام کسی کا یہ ناز سے کہنا — کہ چال سیکھ رہا ہے اب آسماں میری

ازل سے دور میں ہے دور میں رہے لیکن — کبھی نہ پائے گا منزل یہ آسماں میری

قفس میں رہ کے بھی میں آشیاں سے دور نہیں — نظر میں پھرتی ہے تصویرِ آشیاں میری

سُنا رہے ہیں غمِ عشق و ہجر کی روداد — یہ مہر و ماہ یہ انجم یہ کہکشاں میری

کبھی حرم میں کبھی دیر میں کبھی سرِ طور — لئے پھری مجھے وحشت کہاں کہاں میری

اسی کا نام ہے معراجِ عاشقی شاید — ہوا کے دوش پہ ہے خاکِ آشیاں میری

یہ فیضِ جلوہ گہِ یار ہے کہ اے عالَم — ہے باریاب نظر تا بہ لامکاں میری

جناب شفاعت نور خاں صاحب اُفق - اجمیر

کچھ اس ادا سے جلی شاخِ آشیاں میری — کہ رائیگاں نہ گئی سعیٔ رائیگاں میری

ہر ایک بات پہ جو اُنکی ہمزباں رہے — میں اس زبان کو کیونکر کہوں زباں میری

گلوں نے دامنِ رنگین چاک کر ڈالا — چمن میں کس نے سنا دی ہے داستاں میری

ازل سے فطرتِ خاموش لیکے آیا ہوں — زبانِ حال نہو جائے ترجماں میری

قفس میں چھیڑ نہ اے جذبۂ جنوں مجھکو — کہ اٹھ نہ جائے نظر سوئے آسماں میری

ہجومِ یاس میں یا دامنِ تجلی میں
تم ہی بتاؤ نگاہیں رہیں کہاں میری

شکن پڑی ہے یہ انکی جبینِ انور پر
لکھی ہے یا ورقِ مہ پہ داستاں میری

لو آج آپ کو بھی دلپہ اختیار نہیں
کہ اتنو قابلِ تسلیم ہے فغاں میری

لئے ہوئے ہے قیامت کو اپنے دامن میں
تخیلات کی اک موجِ بیکراں میری

حریمِ ناز کے پردوں کو تھام لے کوئی
میں آج دل سے سناؤنگا داستاں میری

جناب عبدالمتین خانصاحب سروری تاباںؔ

چھپائے چھپ نہ سکی سوزشِ نہاں میری
سکوتِ غم نے بیاں کردی داستاں میری

وہ سو رہے ہیں مگر سخت اضطراب کیساتھ
ستا رہی ہو نہ آہِ شرر فشاں میری

وہ شوق دے کہ سماجائے میری رگ رگ میں
وہ سوز دے کہ پگھل جائیں ہڈیاں میری

کہیں وہ آکے مٹادیں نہ لذتِ غم کو
کہیں اثر کو نہ لیجائے پھر فغاں میری

دیارِ دوست اسی سرزمیں کو کہتے ہیں
جبینِ شوق جھکے خود بخود جہاں میری

کسی کے حسنِ تصور کی مشق سے تاباںؔ
جوان ہوگئیں رنگیں خیالیاں میری

جناب سیٹھ عبدالرزاق صاحب شاداںؔ۔ اجمیر

وہ جانتے ہیں کہ بیباک ہے زباں میری
خفا کرے نہ انہیں جرأتِ بیاں میری

نہ آشیاں ہے نہ بجلی نہ آندھیاں نہ خزاں
لچک رہی ہے مگر شاخِ آشیاں میری

نیاز و ناز کے پرکیف حادثوں کی قسم
تمام شوق ہیں اب بیقراریاں میری

زباں خموش نظر بیقرار دل سرشار
یہ کیا بنائیں گی مجھکو تجلیاں میری

تمام درد و محبت تمام حسن و شباب
یہ شعرِ میر تقی ہے کہ داستاں میری

تم اپنی موج تبسم کو روک لو صاحب
خیال سے نہ اتر جائے داستاں میری

ہر ایک ذرّہ ہے مسجد اگر ہو ذوقِ سجود
سکھا رہی ہیں مجھے خاکساریاں میری

لبوں پہ حسنِ تبسم نگاہ قہر آلود
بہت ظریف ہیں غم آفرینیاں میری

وہ ابتدائے محبت وہ صبح و شام بہار
وہ رشکِ صحنِ چمن باغبانیاں میری

وہ آستانۂ تسلیم اور جبینِ نیاز
وہ سجدہ ریزیاں اور اشکباریاں میری

یہ جانتا ہوں کہ قاصد ہی معتبر شاداںؔ
مزا تو جب ہے سنیں خود وہ داستاں میری

سیّد علیم الدین صاحب علیمیؔ تلمیذ حضرت عرشیؔ اجمیری

مٹا گئی یہ خلش مرگ ناگہاں میری
کہ خاک چھوڑ گئی زیرِ آسماں میری

تمہارے غم سے ہوا دل کا نام بھی معلوم
تھی ورنہ غیر مکمل ہی داستاں میری

جگر کے زخم کو چھیڑا ہے نوکِ مژگاں سے
نگاہِ ناز ہے کتنی مزاجداں میری

قریب آ گئی ہیں بجلیاں نشیمن کے
ہے کچھ بڑھی ہوئی یا شاخِ آشیاں میری

مآلِ غم بھی۔ غمِ ہجرِ دوست کیا کہیے
کہ اختیار سے باہر ہے اب فغاں میری

وہ چپ سے ہو گئے کچھ پوچھتے ہوئے مجھ سے
زبان بن گئیں گویا خموشیاں میری

اثر ہے فانیؔ مرحوم کی نواؤں کا
کہاں میں ورنہ علیمیؔ غزل کہاں میری

سیّد مصطفےٰ حیدر صاحب نیّرؔ تلمیذ حضرتِ عرشیؔ اجمیری

نہ ساتھ دے گی مرا جرأتِ بیاں میری
خدا کرے کہ نہ پوچھیں وہ داستاں میری

اُدھر وہ سننے کے مشتاق داستاں میری
اِدھر یہ حال کہ کھلتی نہیں زباں میری

جبھی تو درد کا حامل ہے نالۂ بلبل
کسی نے یاد کرا دی ہے داستاں میری

ابھی سے حشر کا دن ختم ہو چلا یا رب
ابھی تو اور بھی باقی ہے داستاں میری

وہ سننے آئے ہیں اے بیخودی فسانۂ غم
مجھے خبر نہیں خود کیا ہے داستاں میری

تمہیں قسم مری مایوسیوں کی کچھ تو کہو
خموش ہو گئے کیوں سن کے داستاں میری

گذارشِ غمِ دل کا نہیں کوئی عنواں
ابھی ہے غیر مرتب سی داستاں میری

اگرچہ ضبطِ الم کر رہا ہوں میں لیکن
نگاہ یاس نہ بن جائے ترجماں میری

ستم تو یہ ہے ستم سے بھی کر دیا محروم
ہے ایسی کونسی تقصیر مہرباں میری

جو آپ چاہیں گے کہدونگا مطمئن رہیئے
سنی جو داورِ محشر نے داستاں میری

رہینِ تابِ تکلم ہو کیوں زباں نیرؔ
سنا رہی ہے خموشی ہی داستاں میری

عبد الرحمٰن صاحب مغنیؔ تلمیذ حضرت عرشیؔ

کہاں ہے قابلِ اظہار داستاں میری
سنو نہ شرح حدیثِ غمِ نہاں میری

عیاں ہے خود مرے چہرے سے میری حالتِ دل
مری نگاہ ہے خاموش داستاں میری

چمن میں میرا نشیمن اگر نہیں نہ سہی
وجودِ گل میں تو ہے خاکِ آشیاں میری

نہ کھیل یوں مرے سوزِ نہاں سے اے صیاد
قفس نہ پھونک دے آہِ شرر فشاں میری

چمن تک آئیں کہاں تھی یہ بجلیوں کی مجال
نظر اٹھی ہی نہیں سوئے آسماں میری

قفس میں آنکھ کھلی ہے مجھے یہ کیا معلوم
نہ جانے تھی کہ نہ تھی شاخِ آشیاں میری

یہ کس کی یاد نے لیں چٹکیاں مرے دل میں
الٰہی بڑھ گئیں کیوں بیقراریاں میری

زباں کو تابِ سخن ہے نہ وہ ہیں مائلِ لطف
سناؤں کسکو سنے کون داستاں میری

وہ مجھ سے پوچھتے ہیں میرا حال اے مغنیؔ
اثر سے آج ہم آغوش ہے فغاں میری

شیخ زادہ محمد عبدالحق نشاط اجمیری تلمیذ حضرت عرشی

یہ میرا قصۂ غم ہے یہ داستاں میری
جہاں میں زیست گذرتی ہے شمع ساں میری

وہ شاد ہوتے ہیں سن سن کے داستاں میری
الٰہی ختم نہوں بے قراریاں میری

جنوں سے آج بہت دن میں ہوش آیا ہے
مجھے سنائے کوئی کاش داستاں میری

وہ آج پرسش احوال پر ہوئے مجبور
یہ رنگ لائیں فسردہ نگاہیاں میری

جفائے دوست غم دل ہجوم یاس و الم
ہے سو بلاؤں میں اک جان ناتواں میری

بہار آگئی اب غم نہیں نشیمن کا
ہر ایک شاخ ہے اب شاخ آشیاں میری

قفس میں کس لئے رہ رہ کے دم الجھتا ہے
نہ جل رہی ہو کہیں شاخ آشیاں میری

بلا کی درد میں ڈوبی ہوئی کہانی ہے
لرز اٹھا وہ سنی جس نے داستاں میری

نشاط آج انہیں رحم آگیا شاید
سکوں پذیر ہوئیں بے قراریاں میری

بشیر احمد صاحب نازی تلمیذ حضرت عرشی

جنوں میں آگئی تھی لب پہ داستاں میری
خدا کا شکر نہ سمجھا کوئی زباں میری

رلائے پھر نہ کہیں انتہائے قصۂ غم
نہ مسکرائیے سن سن کے داستاں میری

رہائی دے مجھے صیاد فصل گل آئی
کہ راہ دیکھتا ہے میرا آشیاں میری

سنو نہ مجھ سے میں کہتے ہوئے جھجکتا ہوں
تمہارا راز محبت ہے داستاں میری

شکستہ سوختہ پژمردہ خاک آلودہ
کہیں یہی تو نہیں شاخ آشیاں میری

یہ خوف ہے دم پرسش حضور داور حشر
تمہارا نام نہ لے دے کہیں زباں میری

تری تلاش میں کیا کیا نہ خاک چھانی ہے
نہ لے گئی مجھے وحشت کہاں کہاں میری

مجھے نصیب ہے قسمت سے درد کی معراج — گئی نہ سعیٔ غمِ عشق رائیگاں میری
چمن میں خانماں برباد ہو نہیں اے نازی — مٹائی برق نے بنیادِ آشیاں میری

حسین الدین صاحب فوق ٹونکی

وہ سننے آئے ہیں خود آج داستاں میری — الٰہی دل کو بنا دے مرے زباں میری
قسم ہے جوشِ جنوں تجھکو میری وحشت کی — ہر ایک خار کے لب پر ہو داستاں میری
اِدھر زمانہ کی نیرنگیاں ستاتی ہیں — اُدھر ہے گھات میں ہر وقت آسماں میری
ابھی سنائی نہیں میں نے داستاں اپنی — ابھی سنی ہی نہیں تم نے داستاں میری
حریم ناز کے پردے کا پردہ رکھتا ہوں — فلک سے ورنہ گذر جاتی ہے فغاں میری
الٰہی خیر کہاں لے چلیں تمنائیں — امیدیں کس لئے ہونے لگیں جواں میری
کسی کے جلووں کی وسعت ارے معاذ اللہ — بھٹکتی پھرتی ہیں نظریں کہاں کہاں میری
نہیں ہے اب مجھے ارمان زندگی اے فوق — مرے مسیح کو ہے زندگی گراں میری

محمد اسحاق خانصاحب نسیم جمالی متعلم فورتھ ایر گورنمنٹ کالج اجمیر

جو اُن کے ہیں انہیں کوئی مٹا نہیں سکتا — فضول فکر میں رہتا ہے آسماں میری
وہ اک فریبِ مسلسل جسے شباب کہیں — اسی شباب کا قصہ ہے داستاں میری
تری نگاہ کے صدقے ترے کرم کے نثار — بہار بن گئی آخر جو تھی خزاں میری
ترے خیال سے اک لو لگی رہی دل کو — شبِ فراق میں اے شمعِ بزمِ جاں میری
الٰہی خیر کہ یہ کوئی غیر ہے اور آج — رکی رکی سی ہے رفتار کچھ یہاں میری
وہ برق ہو کہ تجلی مگر تڑپ کے گرے — بلا سے جل کے رہے شاخِ آشیاں میری
نسیم ہوں میں چمن میں بہار کا پیغام — کلی کلی کے دہن پر ہے داستاں میری

نثار احمد خاں مضطر اجمیری

تو اپنے جور و ستم سے نہ در گذر اے دوست
ابھی جواں ہیں کچھ ناتوانیاں میری

وفا سرشت ہوں للہ التفات نہ کر
پلٹ کے دیکھ رہی ہیں تباہیاں میری

ابھی تو کھیل تماشے کے دن ہیں کھیل اے دوست
رُلائیں گی تجھے برسوں نشانیاں میری

زمیں دہل گئی اور ٹوٹنے لگے تارے
ہوئی نہ ختم کسی طرح داستاں میری

وہ حسنِ پاک جو کم یاب ہے زمانے میں
تلاش کر کے رہیں بے قراریاں میری

نگاہِ ناز سے کلیوں کو دیکھنے والے
ہر ایک شاخ پہ لکھی ہے داستاں میری

کسی کے دستِ حنائی کی شوخیاں توبہ
مرے ہی خون سے لکھی ہے داستاں میری

فضل حسین صاحب عرفی اجمیری

ابھی نہیں تو کھلے گی کبھی زباں میری
خلاصۂ غمِ الفت ہے داستاں میری

تصورات کی دنیا ہے اور ترے جلوے
ہے کائنات کی ہر چیز رازداں میری

بس ایک حسن کے عنوان کی ضرورت ہے
تری نظر کی ہے محتاج داستاں میری

اُدھر فروغِ تبسم حسین آنکھوں میں
اِدھر ہے جوش پہ یہ چشمِ خونفشاں میری

سنبھل کے دیکھ مرے دل کو دیکھنے والے
تری نظر ہوئی جاتی ہے رازداں میری

گرے گی برق نشیمن پہ میرے ہی شاید
لرز رہی ہے یہ کیوں شاخِ آشیاں میری

ادھر ہے نزع کا عالم اُدھر ہے پرسشِ حال
وہ آزماتے ہیں کب طاقتِ بیاں میری

جنونِ عشق کی رسوائیاں معاذاللہ
لبوں پہ غیر کے ہے آج داستاں میری

کچھ ایسی درد بھری تھی مری حکایتِ غم
سُنی گئی نہ کبھی اُن سے داستاں میری

یہ منتشر سے ہیں اجزاے دل نہ دیکھا انکو
کہیں سمٹ کے نہ بن جائیں داستاں میری

نثار جذبِ محبت کے اپنے اے عرفیؔ
سنا گئے وہ مرے منہ سے داستاں میری

مولوی عطاالرحمٰن صاحب سوزؔ مرادآبادی متعلم دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر

وہ آکے بیٹھے ہیں سننے کو داستاں میری
یہاں یہ حال ہے گویا نہیں زباں میری

نگوں ہے نرگسِ شہلا عرق عرق ہے جبیں
خدا کرے کہ مٹے جراُتِ بیاں میری

ہے سینہ پوچھتے جاتے ہیں سنتے جاتے ہیں
میں کہہ رہا ہوں وہ سنتے ہیں داستاں میری

قفس کے سامنے جلتا ہے آشیاں یارب
اور اس پہ کاٹ دی صیاد نے زباں میری

مٹا کے صفحۂ ہستی سے نقشِ مہر و وفا
چلے ہیں ڈھونڈنے وہ قبرِ بے نشاں میری

حریمِ ناز میں محشر سا ہو بپا اے سوزؔ
حصارِ ضبط سے نکلے اگر فغاں میری
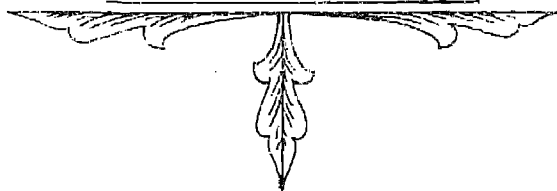
شاعر ظریف منشی سعید الدین خاں المتخلص بہ زاغ ٹونکی

قطعہ

ظلمت بھی مانگے ہے مرے اعمال سے پناہ
تربت کی تیرگی ہے مرے حال پر گواہ

اتنی سیاہی پہ ہے امیدِ نجات زاغ
پر بھی سیاہ تن بھی سیہ قلب بھی سیاہ

غزل

خدا کے واسطے سن لیجے مہرباں میری
ہے کائیں کائیں کی آواز داستاں میری

ہے میرا لختِ جگر قیس عشق کیا جانے
اگرچہ دادی ہے جو اسکی وہ ہے ماں میری

سوا ہے شہرتِ گاندھی سے میرا شہرۂ عشق
ابوالکلام ہے دنیا میں داستاں میری

خوشی کے مارے پتنگیا سا کیوں نہ منڈلاؤں
کہ ہے معاشق کمیلہ کی انتڑیاں میری

شبِ فراق نہ مونس نہ کوئی ہمدم ہے
جو ہے تو ٹوٹی ہریکین راز داں میری

وہ باز ہو کہ ترچھی وہ بیسری ہو کہ رگڑ
اُڑاں کو تو نہ پہونچے گا کوئی غاں میری

فدا کسی کا ہے فل بوٹ میری گردن پر
کسی کے سر پہ ہیں قربان جوتیاں میری

جہاں ہیں جس نے جلایا ہے داغ دے دیکر
اُسیکو حشر میں چاہیں گی ہڈیاں میری

یہ میں نے جیسے کہیں اسکا باپ مارا ہے
ہمیشہ فکر میں رہتا ہے آسماں میری

یہی نہیں کہ اُکھاڑے ہوں پر ستمگر نے
نظر سے کھا گیا صیاد بوٹیاں میری

گئی ہے قاف کی چوٹی پہ زاغ فکر رسا
جو غور کیجے تو پرواز ہے کہاں میری

گلدستۂ صدر

مندرجہ ذیل اشعار کو جناب صدر نے مشاعرہ میں نشان زد کیا

اپنے حصّہ کی چھلک جاتی ہے پیمانہ سے (قضائی)

وہ آکے بیٹھے ہیں سُننے کو داستاں میری — سوز — یہاں یہ حال ہے گویا نہیں زباں میری

گرے گی برق نشیمن پہ میرے ہی شاید — عرفی — لرز رہی ہے یہ کیوں شاخِ آشیاں میری

نہیں ہے اب مجھے ارمان زندگی اے فوق — فوق — مرے مسیح کو ہے زندگی گراں میری

عیاں ہے خود مرے چہرے سے میری حالتِ دل — مغنی — مری نگاہ ہے خاموش داستاں میری

نہ آشیاں ہے نہ بجلی نہ آندھیاں نہ خزاں — شاداں — لچک رہی ہے مگر شاخِ آشیاں میری

مجھے کبھی نہ کبھی کامیاب ہونا ہے — عیش — ہزار کوششیں ہو جائیں رائیگاں میری

مجھے تو جبر کی قوت کو آزمانا ہے — بہار — رہے رہے نہ رہے شاخِ آشیاں میری

یہ میں نے جیسے کہیں اسکا باپ مارا ہے — زاغ — ہمیشہ فکر میں رہتا ہے آسماں میری

یہ روز روز نئے گل نہ کھلتے اے عرشی — عرشی — چمن میں کاش سمجھتا کوئی زباں میری

محبت ایک سمندر ہے وہ بھی بے پایاں — معنی — چلی ہے ڈوبنے کشتیٔ دل کہاں میری

تڑپنے دو دل مضطر کو بس اُٹھا لو ہاتھ — ناز — نکلنے دو کہ تمنا نہیں ہے جاں میری

اسی چمن کو چمن کر کے ہیں بتا دیتا — واثق — مگر سمجھنے بھی تو کمبخت باغباں میری

دعا جو لینی ہے تا حشر باغباں میری — صبا — چمن میں قبر بنا زیرِ آشیاں میری

تمام عمر نگاہِ ادب سے دیکھا ہے — ؍؍ — کہے گا پھر بھی نہ محشر میں آستاں میری

یہ عشق ہے کہ اسی میں ہیں غم دو عالم کے — سخا — خدا کی شان اور اک جان ناتواں میری

سُنی قفس میں کسی نے نہ داستاں میری — اطہر — درِ قفس کی طرح بند ہے زباں میری

غزلیات موصولہ

جناب صاحبزادہ عبدالواحد خاں صاحب واحدؔ برادر ہز ہائینس نواب صاحب بہادر ٹونک

ہوئی ہے عشق میں شہرت کہاں کہاں میری
زباں زباں پہ ہے عالم میں داستاں میری

قتیل تیغ نظر ہو کے اب یہ حال کھلا
تمام عمر نہ جانے کٹی کہاں میری

تمہارے کان تک اب بھی نہ پہونچی وائے نصیب
زمانہ بھر میں ہے مشہور داستاں میری

پہونچ کے مانے گی اک روز گوش گل تک بھی
زبان برگ چمن پر ہے داستاں میری

دل و جگر بھی فدا نقش پا پہ کردونگا
جبیں تو ہو بھی چکی وقف آستاں میری

بھلا یہ بار گراں کس طرح اٹھائے کوئی
الم زمانے کے ۔ اک جان ناتواں میری

نگاہ ناز کی گردش یہ کہتی ہے واحدؔ
روش اڑاتا ہے ہر دور آسماں میری

نثار الملک میر احدی اجمیری

نیا مذاق ہے میرا نئی فغاں میری
الگ ہے سارے زمانے سے داستاں میری

حدیث حق و صداقت ہے داستاں میری
اگر میں جھوٹ کہوں کاٹ دو زباں میری

زمین کی تو ہر اک چیز دے رہی ہے جواب
مدد کریں تو کریں اہل آسماں میری

الہی حشر میں کس سے کہوں میں دکھ اپنا
یہاں تو کوئی سمجھتا نہیں زباں میری

عجب نہیں جو زبانوں پہ سب کی آجائے
سنا ہے آگئی ریڈیو پہ داستاں میری

نثار کیوں نہوں روشن خیالیاں مجھ پر
بیاض صبح سے روشن ہے داستاں میری

امنڈ امنڈ کے امیدوں کا ابر آیا ہے
قدم بہار کے لینے لگی خزاں میری

اگر یہ جوش پہ آئی تو حشر ڈھادیگی
ابھی سکون کے عالم میں ہے فغاں میری

نقوش مٹ نہیں سکتے کبھی حقیقت کے
کریں ہزار وہ تحریف داستاں میری

ٹوٹا ہوا ہوں نئے دور کی ہواؤں میں
ضعیف ہو کے بھی ہمت ہے نوجواں میری

میں اسکی چاہ میں اے میر سبکو بھولا ہوں
کرے گی یاد مجھے عمر جاوداں میری

حافظ عبدالغفار صاحب سوزش صدر جمعیۃ القریش صوبہ چھوٹا ناگپور۔ وائس پریسیڈنٹ پراونشل مسلم لیگ اجمیر

اسی میں آبروئے عشق ہے نہاں میری — نکلنے پائے نہ منہ سے کہیں فغاں میری
چلی ہے آہِ رسا سوئے آسماں میری — ملک سنیں گے جگر تھام کر فغاں میری
عبث ہیں چہچہے بے سوزِ دل یہ گلشن میں — کہو کہ طرزِ نوا سیکھیں قمریاں میری
ہزار بار بھی حاصل ہو مجھکو مر مر کر — رہے گی تم پہ فدا جانِ ناتواں میری
تمیز چاہیئے عشق و جنوں سمجھنے میں — وہ قیس کی ہے کہانی یہ داستاں میری
اسی پہ برقِ حوادث ہمیشہ گرتی ہے — فقط امید تھی اک شاخِ آشیاں میری
نہ مانو خیر اگر مانو تو زہے قسمت — بس ایک بات ہے سن لیجے مہرباں میری
تمہیں کہو کہ تمہیں حالِ دل کہوں کیسے — تمہارے سامنے کھلتی نہیں زباں میری
شمیمِ گل کی طرح بوئے عشق پھیلے گی — مثالِ غنچہ ابھی بند ہے زباں میری
جہاں سے آئے ہیں جس حال میں حضور ہیں اب — میں جانتا ہوں نہ کھلوائیے زباں میری
میں انکے جور کا شکوہ کروں بھلا سوزش — طبیعت اسکو گوارا کرے کہاں میری

سید محمود علی صاحب فروغ چھپوری تلمیذ حضرت بیدل شمس آبادی

کریگی اپنہ اثر جلکے کیا فغاں میری — وہ بے اثر ہے تو خاموش ہے زباں میری
بھڑک اٹھی مرے سینہ میں یوں فغاں میری — وہ دل جلا ہوں کہ جلنے لگی زباں میری
کبھی تو یاد کیا ہوگا تم نے بھولے سے — کہ بے سبب تو نہیں ہیں یہ ہچکیاں میری
یہ نازنینوں کے جمگھٹے یہ مہوشوں کے ہجوم — یہ آج آؤ بھگت ہے یہاں کہاں میری
کہیں جلاتی کہیں پھونکتی مزا جب تھا — مجھی کو الٹا جلانے لگی فغاں میری
تمہارا شکوہ ہے اسمیں نہ غیر کا شکوہ — نئی ہے سب سے انوکھی ہے داستاں میری
فروغ دیکھے زباں اور یوں بدل جائے — یہ کیا تمھاری زباں ہے کوئی زباں میری

قاضی سید محمد ظفر علی صاحب ظفر آنریری مجسٹریٹ بیاور

کچھ اور سخت ہوا عقدہ سعیٔ ناخن سے
نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

نہیں اجازت اظہار راز کیا کہئے
زبان پاکے بھی خاموش ہے زباں میری

بھلا ہو بیکسیٔ غم میں کس مپرسی کا
یہی تو ایک مصیبت ہے مہرباں میری

نوید حشر نہو انقلاب بزم کہن
مرے عدو سے وہ کہتے ہیں داستاں میری

بجا خفا ہوئی وہ چشم سرمگیں سر بزم
خموشیوں میں زباں اُنکی ہے زباں میری

کوئی عدو سے نہیں لب بلب تو رہ رہ کر
شکایت آتی ہے کیوں لب پہ بیگماں میری

طلسم زلف سے نکلے یہ دل تو جائے کہاں
جگہ بھی ہو کہیں اے شوخ دلستاں میری

نتیجۂ فکر مغل بیگ صاحب مغل اجمیری تلمیذ خان بہادر اعتبار الملک مضطر خیرآبادی

گلوں کو یاد دلاتا ہے باغباں میری
ہر ایک برگ پہ لکھتا ہے داستاں میری

زمین کوئے بتاں جب سے میں نے پائی ہے
ہیں آسماں کی نظر میں ہوں آسماں میری

کبھی جہاں میں بپا حشر ہو ہی جائے گا
یہ آہ جا نہیں سکتی ہے رائیگاں میری

بھلا دیا ہے مجھے دل سے غم نہیں اسکا
دلا ہی دینگی تجھے یاد ہچکیاں میری

مجال کیا جو کروں گفتگو محبت کی
کہاں حضور کا منہ اور کہاں زباں میری

زباں تراش سے جسدن سے بات کی ہیں نے
بدل گئی ہے اُسی روز سے زباں میری

وہ کر گئے ہیں مغل جب سے مجھکو محو جمال
کھلی ہوئی ہیں اُسی دن سے پتلیاں میری

جناب مولوی مشتاق احمد صاحب نشتر (منشی فاضل) اجمیر

تڑپ نہ جائے کوئی سن کے داستاں میری
کہ درد دل سے ملی بیٹھی ہے فغاں میری

وہ سن رہے ہیں ابھی تک تو داستاں میری
کچھ اور رے نہ اُٹھے دیکھئے زباں میری

مرے الم کا مداوا تو اس سے کیا ہو گا
پکار تک نہیں سنتا ہے آسماں میری

کریم! تو مری دشواریوں کو آساں کر
رحیم! کشمکشِ دہر میں ہے جاں میری

زمانہ بھی وہ زمانہ تھا ہائے کیا کہئے
کسی کا مشغلۂ دل تھا داستاں میری

حجاب بھی ہے مری موت پر بھی کچھ شک ہے
جو چھپ کے دیکھتا ہے لاش بدگماں میری

بہک نہ جائے سناتے ہوئے پیام مرا
کہاں زبانِ پیامی کہاں زباں میری

زمانہ بھر کی انہیں داستاں سنا ڈالی
سوالِ وصل پہ رُک رُک گئی زباں میری

نہ درد ہے نہ ترے دل کا بھید کھلتا ہے
تو عندلیبِ چمن سیکھ لے زباں میری

ہزار پہلو سے مطلب ادا کیا لیکن
نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

وہ دورِ بختِ رسا بھی گذر گیا نشتر
وگرنہ تھی نہ رسائی کہاں کہاں میری

سید محمد ایوب صاحب ناجی تلمیذ حضرت رضوی اجمیری

اثر یہ ضبطِ محبت میں ہے کہاں میری
کہ بلبلیں بھی چمن میں ہوں ہمزباں میری

کبھی تو دردِ محبت بھی رنگ لائے گا
اثر دکھائے گی اک روز یہ فغاں میری

وہ وقتِ نزع جب آئے تو رو دئے آکر
یہ رنگ لائی ہیں آخر کو ہچکیاں میری

وہاں سنائے کوئی کسطرح سے حالِ دل
جہاں مذاق میں اڑتی ہو داستاں میری

یہ کس کی رمزِ حقیقت کا رنگ ہے اسمیں
نہ اس دیار میں سمجھا کوئی زباں میری

ہزار عشوہ گری تا کجا محبت میں
نگاہِ شوخ سے قائم ہے داستاں میری

بیانِ عشق میں ناجی نے وہ عروج کیا
کہ قیس نے بھی نہ سمجھی کبھی زباں میری

نتیجۂ فکر محمد حبیب اللہ خاں خوشتر اجمیری تلمیذ حضرت مغل اجمیری

یہ آرزو ہے شب و روز مہرباں میری
نثار تم پہ ہو یہ جانِ ناتواں میری

نہ تم سنوگے اگر مجھسے داستاں میری
تو پھر سنے گا بھلا کون مہرباں میری

چلے ہیں جانبِ مقتل شہید ہونے کو
دلِ حزیں مرا اور جانِ ناتواں میری

یہ عین اُسکی عنایت ہے حال پر میرے — جو گوشِ قلب سے سنتا ہے داستاں میری
کہاں میں فرش نشیں اور کہاں وہ عرش نشیں — کہاں جناب کی مدحت کہاں زباں میری
دمِ اخیر مرا حالِ زار دیکھو تو — کہ آنکھ بند ہے اور بند ہے زباں میری
غموں سے اب مجھے کیونکر نجات ہو خوشتر — ہزار رنج ہیں اک جانِ ناتواں میری

محمد عبدالحفیظ کاتب ۔ کاتب گلدستہ ہذا ۔ اجمیر

کرم سے اپنے جو سنتا ہے ایں و آں میری — اُسی کی حمد میں ہیں نغمہ سنجیاں میری
مسرّتیں ہوں کہ دل پاش ہو فغاں میری — جو اُس کی دین ہے سب ہے وہ حرزِ جاں میری
ورق ورق پہ ہے گلزارِ معرفت کی بہار — کتاب درسِ معانی ہے داستاں میری
جو اُس کے درس سے لاتقنطو صدا آئی — پھڑک کے ہوگئی اُمید نوجواں میری
نثار اُس کی عطیاتِ آرزو کے نثار — کہ سُن رہا ہے جو بے گریہ و فغاں میری
میں کچھ نہیں مرا ادراک کچھ نہیں سب کچھ — ہے عکسِ حسن ترا خوش بیانیاں میری
ہر ایک ذرہ میں جلوے ترے درخشاں ہیں — قدم کہاں رکھے اب طاقتِ بیاں میری
بقدرِ ذرہ نہیں تیری دین کے آگے — جو ہو مراد زمیں تا بہ آسماں میری
خدا شناس ہوں میں کیوں مروں حسینوں پر — فدائے جلوۂ حسن آفریں ہے جاں میری
فضائے سلسلۂ کُن سے ہے وجود مرا — خمارِ رحمتِ حق ہے سرشتِ جاں میری

بقدرِ فیضِ سخن داد پائی اے کاتب
بحدِّ شوق ہوئیں گل فشانیاں میری
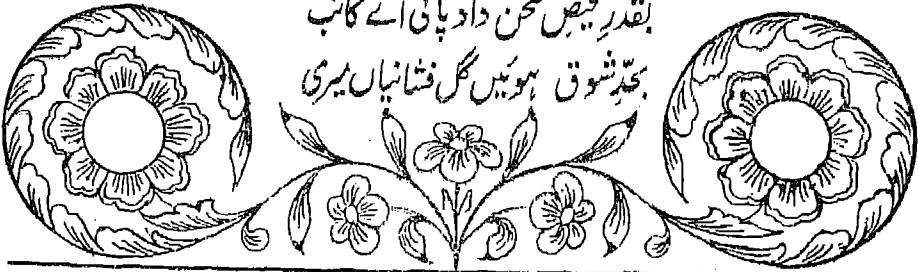
اختتامِ سخن

از ابوالعرفان محمد حبیب اللہ فضائی مرتب گلدستہ

سابق ایڈیٹر رسالہ "کیف" اجمیر

مشاعرہ کا ادبی پہلو | مئی ۱۹۳۹ء کی ادبی مجلسوں کے بعد (جو بسلسلۂ یوم اقبال جناب اختر حسین صاحب آئی۔سی۔ایس اسسٹنٹ کمشنر اجمیر میر واڑہ اور رائے بہادر پنڈت امرناتھ اٹل صاحب کی صدارتوں میں اسلامیہ ہائی اسکول میں منعقد ہوئی تھیں) اجمیر میں زمانۂ حال کے علمی اور ادبی مشغلوں کی تاریخ میں راجپوتانہ کا یہ ایک یادگار اور مہتم بالشان مشاعرہ تھا جسمیں راجپوتانہ کے شعراٗ شریک ہوئے۔

ایسی ادبی مساعی جنمیں قومی رجحانات اور سیاسی تغیرات پر اظہار خیال کیا جائے زبان و بیان کے حق میں ہمیشہ جدت انگیز واقع ہوئی ہیں اور ہر ملک کی تاریخ ادب میں سیاسی افکار و تمدنی تغیرات نے اس ملک کے ادب پر ایک نیا اثر ڈالا ہے۔ اُردو زبان پر چونکہ فارسی کا پرتو ہے اسلیئے اگر ہم ایران کے لسانی تغیرات کا مطالعہ کریں تو فارسی شاعری کا دورِ جدید مظفر الدین شاہ قاچار کے عہد حکومت میں ۱۸۹۶ء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جبکہ غیر ملکی سازشوں کے خلاف ملک میں جذبات عام پائے جاتے تھے۔ اس دور میں قومی اور سیاسی شاعری کا آغاز ہوا اور پولیٹکل اثرات سے نئے خیالات اور نئے الفاظ فارسی نظم میں داخل ہوئے۔ غزل کی زبان بھی بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔ خاتم الشعرأ حکیم قاآنی کے بعد دورِ قدیم کی

بساط اُلٹ جانے پر مظفر الدین شاہ قاچار کے دربار میں ملک الشعرائی کے عہدے پر بہار خراسانی متمکن نظر آتا ہے جسکی غزل میں نئے خیالات اور الفاظ ملتے ہیں۔ ؎

دلفریباں کہ بہ کابینۂ جاں جا دارند — مستبد انہ چرا قصدِ دلِ ما دارند
دلبراں خود سرو، ہرجائی و روسی صفت اند — ورنہ در خانۂ غیر از چہ سبب جا دارند
گاہ لطف است و خوشی گاہ عتاب است و عقاب — تا چہ از ایں ہمہ پولتیک تقاضا دارند
خوبرویان ارو پا زچہ در مردنِ ما — حیلہ سازند گر اعجاز مسیحا دارند
عاشقاں را سرِ آزادی و استقلال است — کہ ز پولتیک سرِ زلفِ تو پروا دارند
صفِ مژگانِ ترا دست سیاسی است دراز — با نفوذیکہ بہ معمورۂ دلہا دارند
دلِ مسکینِ من از قرضِ یکے بوسہ گذشت — با شروطیکہ لبانِ تو تہیّا دارند
بچہ قانون سپہ ناز تو اے ترک پسر — در حدودِ دلِ یاراں سرِ یغما دارند
بہ کہ گیسون عرائض چہ کنم شکوہ ز تو — کہ ہمہ حالِ منِ بے دل شیدا دارند
دلِ غارت شدہ در محضرِ عدلیۂ عشق — متظلم شد و چشمانِ تو حاشا دارند
سخن تازہ عجب نیست ز طبعِ تو بہار — کہ ہمہ مشرقیاں منطقِ گویا دارند

شیراز کی لٹریری سوسائٹی کے صدر ناصر الدین سالار جنگ شیرازی جنکا سنِ ولادت ۱۸۸۴ء ہے اور جو انگریزی تعلیم کے حصول کے لئے ہندوستان بھی آ چکے ہیں۔ جنکا شمار ایران جدید کے خوش فکر شعرا میں ہے غزل اسطرح لکھتے ہیں ؎

بوسۂ ز لعلم داد آں نگارِ روحانی — دست اہرمن افتاد خاتمِ سلیمانی
ترک چشم خونریزش غارت دل و دیں کرد — کفر زلفِ ہندویش زد رہِ مسلمانی
مصر مملکت در چاہ ہمچو ماہ کنعاں است — در غمش وطن خواہاں ہمچو پیر کنعانی

ملک میرود از دست بذل سعی وجہدی کن — وقت را غنیمت داں آں قدر کہ بتوانی
اتحاد با المان (جرمنی) بہر بازیاں دارد — سود باشد ار گردی دوست با بریطانی (برطانیہ)
گفت ایں غزل سالارؔ با بوجد و شوق آید — روح حافظؔ و سعدیؔ انوریؔ و خاقانیؔ

اقوام کے عروج و زوال کے فلسفہ کے مطابق مغلوب و مقہور اقوام کے جذبات و حالات میں مماثلت کے بہت سے پہلو ہر عہد کی تاریخ میں نکلتے ہیں۔ ہندوستان اسوقت جس نازک دور سے گذر رہا ہے کیونکر ممکن ہے کہ اس ملک کے باشندوں کا ادبی لیٹریچر حالیہ تغیرات اور قیامت خیز حادثات کا ترجمان نہو۔

مشاعرہ قومی محاذ جنگ کے لحاظ سے | اسوقت ہندوستان میں سیاسی خیالات کے ایک دوسرے سے متضاد متعدد زاوئے موجود ہیں لیکن ان سب میں قدر مشترک کے طور پر ایک اہم اور ممتاز شے یہ ہے کہ محوری طاقتوں کے مقابلہ میں ملک کا ہر سیاسی زاویہ ایک ہی محاذ میں واقع ہے اور کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ ہندوستان پر جرمن یا جاپان کا تسلط ہو جائے۔

وار فرنٹ کے اس مشاعرہ میں دعوت ناموں میں صاف تصریح کر دی گئی تھی کہ مشاعرہ خالص رنگ تغزل پر مبنی ہے اور وار فرنٹ پر لکھنے کی قید لازمی نہیں ہے۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ کہنہ مشق اور نظم نگار شعراؔ ہی اس صنف میں طبع آزمائی کریں۔ لیکن اب مشاعرہ کے بعد وہ جذبہ جو محوری طاقتوں کے مقابلہ میں ہندی قلوب میں موجزن ہے۔ بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آ رہا ہے اور شعراؔ نے دلی جوش سے نیشنل وار فرنٹ کے مقاصد کی تائید میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ محوری ممالک میں اسوقت فن ادب بھی "آرڈر" کا تابع ہے لیکن ہمارے شعراؔ کی یہ حالت نہیں ہے کہ وہ کوئی وردی پہننے والی فوج ہوں اور انہوں نے نیشنل وار فرنٹ کے میدان میں حکماً اپنے خیالات سے پریڈ کرائی ہو۔

مشاعرہ کے انتظام و اہتمام کی باگ غیر سرکاری اور محکمۂ تعلیم کے افراد کے ہاتھوں میں تھی۔ خود داعئ مشاعرہ

نے بھی اپنے منصب جلیل کے مظاہرہ سے یک گونہ کنارہ گیر ہو کر مشاعرہ کے منتظم افراد کی پشتبانی فرمائی اور اپنی افتتاحیہ تقریر میں بھی دل نشین اخلاق کی سطح سے اظہار خیال فرمایا ہے۔ یہی وہ تمام علامتیں ہیں جو نیشنل وار فرنٹ کو نیشنل وار فرنٹ بنانے والی اور لفظ نیشنل کی حقیقی اسپرٹ کو قایم رکھنے والی ہیں جس سے عہدہ برا ہونا فاروقی صاحب جیسے رمز شناس حاکم ہی کا حصّہ ہے۔

مشاعرہ کی عموم کامیابی پر رائیں یہی سبب ہے کہ مشاعرہ کی کامیابی اور اسکے حسن اہتمام کے متعلق بعض بیش قیمت خیالات کا اظہار خود شعرائے کرام نے کیا ہے۔

کیپٹن سیّد ضامن علی صاحب صدر شعبۂ اُردو الہ آباد یونیورسٹی نے مشاعرہ کی کامیابی پر دلی مسرت کا اظہار اسطرح فرمایا ہے:۔

"میں بے انتہا مسرور ہوں کہ مجھے اس مشاعرہ میں راجپوتانہ کے مقتدر شعرا کے کلام کو سننے کا موقع حاصل ہوا اور میری ایک دیرینہ تمنّا پوری ہوئی۔ میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اجمیر شریف کی ادبی مجلسیں بھی حسن انتظام۔ سلیقہ اور ادبی ذوق کے اعتبار سے بڑے بڑے شہروں کی ادبی مجالس سے کسیطرح کم نہیں ہیں اور یہاں کی زبان بھی دوسرے شہروں کی زبان سے کسی طرح پیچھے نہیں ہے۔"

اعلیحضرت نواب صاحب بہادر ٹونک نے شعرائے ٹونک کو نیشنل وار فرنٹ کے مشاعرہ کی غزلیں سماعت فرمانے کے لئے اجمیر سے جانے کے بعد جب اپنے حضور میں طلب فرمایا تو سیّد عیسیٰ میاں بسمل نے اس شعر کے ذریعہ ترجمانی کی:۔

"اجمیر میں ہر طرح کی راحت پائی سرکار کے اقبال سے عزت پائی"

منشی امیر الدین خانصاحب سکریٹری مسلم مڈل اسکول جیپور نے اہل جیپور کی اسطرح نمائندگی کی ہے:۔

"آپ حضرات نے کچھ اس فراخدلی سے مہمان نوازی و معارف پروری کی کہ شعرائے کرام فن شعر کی

ترقی و عظمت آپ حضرات کے حسن انتظام سے ہی راجپوتانہ میں وابستہ سمجھتے ہیں۔"

مولانا معنی مشاعرہ کی جلوہ افروزیوں سے مسحور ہو کر فرماتے ہیں :۔

"اپنی نوعیت کا پہلا مشاعرہ تھا جسکی مثال اجمیر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسلئے کہ گذشتہ دور میں ایک حاکم وقت کی جانب سے کسی وقت بھی دعوتِ شعر و سخن نہیں دی گئی جسمیں راجپوتانہ کے مقتدر شعرأ نے شرکت فرمائی ہو۔ اسلئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مشاعرہ اجمیر کا پہلا اور یادگار مشاعرہ تھا۔"

ہفتہ وار اخبار معین اجمیر نے مشاعرہ کی روئداد شائع کرتے ہوئے لکھا :۔

مشاعرہ اسقدر ہر دلعزیز اور کامیاب تھا کہ جگہ کی کمی کے سبب بے شمار سامعین کو مایوس واپس ہونا پڑا۔ اس مشاعرہ کی کامیابی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اجمیر میں شعر و ادب کا ایک ولولہ اسکے سبب پیدا ہو گیا۔ گویا اس مشاعرہ نے اجمیر کے ذوق شعر و ادب میں ایک ایسی دلچسپ لہر دوڑائی کہ کہ اسکے دوسرے دن پھر ایک مشاعرہ اسلامیہ ہائی اسکول کے نعوتیہ ہال میں منعقد ہوا۔" معین، نومبر ۱۹۴۲ء

ایک اور مقامی اخبار "طوفان اجمیر" نے مشاعرہ کی روئداد شائع کی :۔

"مجموعی حیثیت سے مشاعرہ ایک کامیاب ترین مشاعرہ تھا۔ اور نا انصافی ہوگی اگر اسکے منتظمین کے حسن کارکی داد نہ دی جائے" طوفان ۷ار نومبر ۱۹۴۲ء۔

یہ مشاعرہ چونکہ ایک ہی نشست میں ختم ہو گیا تھا اور اہل اجمیر کو شعرا ر کو سننے کی خواہش باقی تھی۔ دوسرے روز مولانا معنی نے اپنے زیر اہتمام دو نشستوں میں ایک اور مشاعرہ اسلامیہ ہائی اسکول کے ہال میں منعقد کیا جسمیں شعرا ر کرام نے غیر طرحی کلام سنایا۔ اس مشاعرہ کی دو نشستوں میں سے پہلی کے صدر مولانا ضامن تھے اور دوسری نشست جو شب میں رہی اسکی صدارت حضرت جامؔ نے فرمائی اور اہل اجمیر نے مہمانوں کا کلام خوب خوب سنا۔

شعراء کا کلام

اس گلدستہ میں جہانتک حصۂ نظم کا تعلق ہے۔ وہ رجحانات موجود ہیں جنکی موجودہ جنگ کے ایام میں ضرورت ہے بنگال کی سرحد پر جب ہم جاپانی طیاروں کو چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے اور کلکتہ پر بم برساتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ایک طرف سے کان میں یہ آواز آتی ہے :۔ "آ گیا وقت کہ قربان وطن ہو جائیں ؛؛ نوجوانان وطن جان وطن ہو جائیں" تو فوراً دل میں ایک ولولہ اٹھتا ہے اور ہر شخص کا ہاتھ قبضۂ شمشیر پہ جاتا ہے اختر شیرانی نوجوانان وطن کی اُن ممتاز ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے جدید اردو شاعری میں نئے اسالیب کی راہ نمائی کی ہے اور اپنا مسلک علیحدہ قایم کیا ہے۔ اختر کی شاعرانہ قابلیت ہر ایک محاذ پر طلسم ہوشربا کی ملکہ بہار کی طرح سحر برساتی ہوئی آتی ہے صوفی رامپوری مولانا محمد علیؒ کے دور میں بیگماتی زبان میں نظمیں لکھا کرتے تھے۔ یا اب برسوں کے بعد قومی محاذ جنگ کے سلسلہ میں۔ وہ فرماتے ہیں کہ دوبارہ اس رنگ کے چمن میں بہار آئی ہے۔ سادگی اور سلاست کے لحاظ سے واقعی انکی نظمیں خوب ہوتی ہیں۔ انکی نظم کے اس شعر میں ؎

"اُٹھی ہوں میں اب بھائی صوفی کو لیکر ؛؛ اب ہٹلر ترے بال و پر دیکھتی ہوں"

مینے مشورۃً عرض کیا تھا کہ مصرع ثانی میں اَبْ کی ب خارج از وزن ہے۔ جواب میں فرمایا میں اسکو اپنی معنوی اولاد جانتے ہوئے یہ التجا کرونگا کہ اسکی گوشمالی نہ کیجائے۔ اور ویسے یہ میری تمام اولاد بحق استاد آپکے زیر اثر ہے میں نے انکی التجا کے احترام میں انکے متواضعانہ عطا کردہ حق کو استعمال نہیں کیا۔ ان سطور کی تحریر کے وقت صوفی صاحب کی چند تازہ رباعیات اور نظمیں۔ لطف اندوزی کیلئے درج ہیں۔ ؎

کیا حال کہوں تم سے ہوا بسم اللہ   ہے نازیوں کی فوج میں توبہ تلا

ہر مورچہ پہ محوری غنڈے بھاگے   لاحول ولا قوۃ الا باللہ ؛؛

میدان میں کیا ٹھہر سکے گی اٹلی   افریقہ میں پہلے ہی ہوئی وہ مٹ لی

برٹش نے مری بولدیا ہے ہلّہ　اب آتی ہیں خبریں کہ وہ اُٹلی پٹ لی

ہیں ساتھی ممالک کو جتانے آئی　اور محوری غنڈوں کو نچانے آئی

ٹیونس میں تجھے موئے نگوڑے ہٹلر　میں موت کا پیغام سنانے آئی

لسان الملک واثق کی زبان میں جو روانی اور زور ہے یہ انہیں کا حصہ ہے۔ مشاعرہ میں بھی انکی نظم پسند کیگئی تھی۔ باقی نظمیں رباعیاں اور قطعات بھی ستھرے ہیں اور دلچسپی سے خالی نہیں۔ رزمی صاحب کا مسدس ہندوستانی بزم سیاست میں خیالات کی آویزشوں کا مرقع اور محاکمہ ہے۔

حصۂ غزلیات میں بعض اشعار اسقدر بیش قیمت ہیں کہ اردو زبان میں اضافہ کہنا چاہئے۔ صدر محترم زیادہ تر انہیں غزلوں کے اشعار کو نشان زد فرما سکے ہیں جو غزلیں مشاعرہ کے وقت دیدی گئی تھیں۔ مشاعرہ چونکہ بغیر کسی انتخاب کے مکمل طبع ہو رہا ہے اسلئے اصحاب بصیرت اپنی پسند سے انتخاب کر سکتے ہیں۔ میری طبیعت اشعار کے اندر مضامین میں ترقی۔ واردات عشق کی گہرائی اور حسن زبان و بیان کو تلاش کرنے کی عادی ہے۔ مندرجۂ ذیل اشعار صفحۂ دل پر نقش اثر چھوڑ گئے ہیں :۔

اعلیٰ حضرت سعید الدولہ وزیر الملک سعید ؎

سوائے اسکے سبب موت کا نہیں کھلتا　وہ آگئے تھے عیادت کو ناگہاں میری

بیانِ شوق کے ہر لفظ پر پشیماں ہوں　مگر میں کیا کروں سنتی نہیں زباں میری

مولانا ضامن ؎

نظر سے گر کے کسی کی ہوا ہوں خاک بسر　خطِ غبار میں لکھی ہے داستاں میری

عدم سے ہستی و ہستی سے عرصۂ محشر　لئے پھری مجھے وحشت کہاں کہاں میری

سیّد عالم فخری تلمیذ مولانا معنی کے یہاں بھی اس مضمون کا ایک شعر ہے :۔

کبھی حرم میں کبھی دیر میں کبھی سرِ طور　لئے پھری مجھے وحشت کہاں کہاں میری

ظاہر ہے کہ مولانا ضامن کے شعر میں انسان کا محیط دو عالم ہونا واضح ہے۔ مولوی محمد شریف شیفتہ نے انسان کے محیط الکل ہونے کو وحشت کے بجائے انجمن آرائی سے تعبیر کیا ہے ؂

مرا وجود ہے عالم میں انجمن آرا　　　کہ بزم حشر مری محفل جہاں میری

جامؔ صاحب نے مشاعرہ میں اپنی ایک غیر طرح قدیم غزل پڑھی تھی جسکا یہ شعر بہت مشہور ہے۔ ؂

کاش اتنا تو بڑھے جذب جنون الفت　　　کوئی پتھر کہیں پھینکے مرے سر تک پہنچے

حضرت جامؔ استاذ الکل صاحبزادہ احمد سعید خانصاحب عاشقؔ مرحوم جانشین داغ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں ہز بڑے سرکار امین الدولہ وزیر الملک نواب سر حافظ محمد ابراہیم علیخاں صاحب بہادر صولت جنگ المتخلص بہ خلیلؔ مرحوم نے آپکو اپنا مشیر سخن بنایا تھا۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب حال بھی آپ کی بہت عزت کرتے ہیں اور اپنے کلام میں آپ سے اصلاح لیتے ہیں۔ افضل الشعراء افصح الملک کا خطاب بھی سرکار حال نے عطا فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں درباری مشاعروں کا اہتمام۔ راج تھیٹریکل کمپنی کی ڈائرکٹری۔ سرکاری مجالس میلاد میں مولود خوانی جامؔ صاحب کے ذمہ ہے۔ اور ان مشاغل کے ساتھ ہی خدا پرستانہ ریاضت اور ذوق عبادت بھی تکمیلی مراتب کے ساتھ جاری ہے۔ تھیٹر کی افسری کے ساتھ شب بیداری۔ تلاوت سحری اور رمضان میں تراویح میں قرآن خوانی۔ ماہ محرم میں مذاکرات اہل بیت کی مجالس اور پنجوقتہ اوراد و وظائف بھی پوری پابندی اور انہماک کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ آپ کی زندگی ؂

"بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق　　　ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن"

کا نمونہ ہے۔ آپ کی غزل کا ایک شعر آپ کے مشاغل کی رنگا رنگی کا مظہر اتم ہے۔ ؂

حق پرستی اسے کہتے ہیں کہ آخر اے جامؔ　　　ہم بتوں کو لئے اللہ کے گھر تک پہونچے

مشاعرہ کے بعد طرح کی زمین میں از راہ محبت و کرم جامؔ صاحب نے دو شعر مجھے سنائے تھے تبرکاً درج ہیں۔ ؂

وہ سن کے ہنستے ہیں مخلوق سنکے روتی ہے　　　وہی فسانہ وہی ایک داستاں میری

جلایا برق نے لیکن ہوا موافق تھی — بنی ہے غازۂ گل خاکِ آشیاں میری

اس مشاعرہ میں مولانا اطہر کا یہ شعر یادگار ہے ؎

مجھے تو مرنے کی حسرت ہے ان حسینوں پر — خضر کو دیدے خدا عمر جاوداں میری

غزلیات موصولہ میں گلدستۂ ہذا کے کاتب منشی محمد عبدالحفیظ صاحب المتخلص بہ کاتب کی غزل میں ایک شعر ہے۔

خدا شناس ہوں میں کیوں مروں حسینوں پر — فدائے جلوۂ حسن آفریں ہے جاں میری

اسپر مجھے وہ مشہور لطیفہ یاد آیا کہ کسی مشاعرہ میں حضرت جگر مرادآبادی نے اپنی غزل میں یہ مقطع پڑھا ؎

جگر کی بادہ کشی ان دنوں معاذاللہ — جب آپ دیکھیں گے مستِ شراب دیکھیں گے

اسکے بعد مولانا سیماب اکبرآبادی نے اپنی غزل کا مقطع یوں پڑھا ؎

خراب فردِ عمل ہو نہ جائے اے سیماب — اسے جنابِ رسالت مآب دیکھیں گے

اس تقابل سے مجلسِ مشاعرہ میں کافی گرمی اور لطف پیدا ہوگیا تھا۔ کاتب صاحب سے جب میں نے پوچھا تو فرمایا کہ یہاں تو تقابل غیرارادی ہے۔ مجھے اسلئے خیال ہوا تھا کہ انھوں نے غزل مشاعرہ کی کتابت کے دوران میں تیار کی۔

مولوی سیّد انوارالرحمٰن صاحب بسمل سلسلۂ عالیہ نیازیہ میں مرتبۂ خلافت پر فائض ہیں۔ کلام تصوف کے رنگ میں وجد و حال کا حامل ہوتا ہے۔ حضرت دورانِ شعرخوانی میں خود بھی روتے ہیں اور دوسروں کو بھی رُلاتے ہیں ؎

وہ میرے پردے میں آئے ہیں مجھسے ملنے کو — مگر نہ میں ہوں نہ اب جسم ہے نہ جاں میری

جمالِ یار کو دیکھا ہے میری آنکھوں نے — کہ گر رہی ہیں نگاہوں سے بجلیاں میری

محترم سخا پرانے بزرگوں میں سے ہیں لیکن شاعرانہ دل جوان رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

جو میں نہوں تو نہ تھا ایک اب ترا عاشق — یہ کام آگئیں کچھ سخت جانیاں میری

صبا صاحب جیپوری کی غزل میں ایک شعر ہے ؎

نہ گرتی برق تو کیوں یہ مغالطہ ہوتا — کہ شاخِ طور ہے یا شاخِ آشیاں میری

طور کے مضامین میں نخل طور چونکہ تلمیح کی جان ہے۔ وضاحت کی خاطر میرا جی چاہتا تھا کہ دوسرا مصرعہ یوں ہوتا
"کہ نخل طور ہے یا شاخ آشیاں میری" نخل طور کو شاخ آشیاں قرار دینے میں آشیاں کی اہمیت اور بڑائی
بھی ثابت ہوتی ہے لیکن موصوف نے جواب میں لکھا کہ میری مراد شاخ طور سے شاخ نخل طور ہی ہے
اور جزو بولکر کل مراد لیا گیا ہے۔ صبا صاحب کی غزل میں گیارہ سے زیادہ اشعار تھے۔ جو اشعار انہوں نے
چھوڑ دئے ہیں انہیں سے زبان کا یہ شعر بھی قابل لحاظ ہے ؎

ہزار بار یہ چاہا کہ کچھ سنو لیکن　　کبھی سنی ہی نہیں تم نے مہرباں میری

صولت صاحب عرب ٹونک کے اسقدر کہنہ مشق شعرا میں سے ہیں کہ شاعری کے میدان میں انکے
دل کے تمام حوصلے نکل چکے ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اسوقت تک کئی ہزار شعر لکھ چکے ہیں لیکن اپنے
لئے کبھی کچھ نہیں رکھتے۔ شاعری دنیا کی دولتوں میں کچھ ایسی عجیب و غریب دولت ہے کہ غریب شعرا
کے سامنے اسکے لئے اہل دولت اور صاحب ثروت لوگ تک ہاتھ پھیلا دیتے ہیں۔ بہرکیف اس مشاعرہ میں
صولت صاحب نے تضمین کے علاوہ غزل کے تین شعر کہے انمیں کا ایک نیا شعر یہ ہے ؎

صدائے نغمہ بنی وہ عدو کی محفل میں　　جو غمکدے میں ابھی تھی مرے فغاں میری

انکا ایک شعر اور سنئے جسپر جگر مراد آبادی گھنٹوں سر دھنتے رہے ؎

کچھ ہجر میں قرار نہ کچھ وصل میں سکوں　　بس قصہ مختصر کہ محبت بلا کی ہے

بسمل سعیدی ٹونک کے قدیم اہل علم کے خاندان میں سے ہیں اور اُن نوجوان شعرا میں سے ہیں جنکے
کلام میں اصناف سخن میں سے سب کچھ پایا جاتا ہے۔ حلقۂ اساتذہ میں بھی ذی وقار ہیں اور غزلیں یک رنگی
اور مسلسل لکھتے ہیں۔ اس مشاعرہ کی طرح کی زمین سے انہیں بے لطفی کا گلہ رہا۔ پھر بھی ان کی غزل
انکے رنگ کی حامل ہے۔ انکا ایک اور شعر سنئے۔

تمنا بھی محبت تھی مگر دل نے کہا بسمل　　محبت بنکے جب رہنا تمنا بنکے کیا رہنا

اردو غزل کی زمینوں میں اسی زمین میں اولاً میں نے غزل لکھی تھی جسکو سنکر از راہ پسند تسہل صاحب نے بھی غزل لکھی۔ میری غزل کا مطلع ہے ؎

یہ مانا بزم دشمن میں الگ رہنا جدا رہنا مگر مانوس مجھسے اے نگاہ آشنا رہنا

سیف صاحب خلف الرشید حضرت امام الشعراء کیف مرحوم۔ جوں جوں دن گذر رہے ہیں ان کے کلام میں استادی۔ پختگی اور سوز و گداز ترقی پر ہیں۔ انکی پوری غزل مرصع ہے اور مطلع تو بے مثال ہے ؎

روش اڑا نہ سکا رنگ گلستاں میری عجب بہار پہ ہے چشم خوں فشاں میری

اب التفات کرے وہ نگاہ بے پروا کہ حال کہنے پہ مجبور ہے زباں میری

صاحبزادہ اطیع اللہ خانصاحب عیاں جام صاحب کے شاگرد خاص ہیں۔ انکے کلام میں بے ساختگی سادگی اور زبان کی صفائی خصوصیات ہیں۔ فن شعر میں محنت صرف کرتے ہیں تضمین کی اچھی مہارت ہے اور غزل گوئی سے خاص شغف ہے ؎

بتاؤں کیا میں حقیقت بہار میں اپنی بہار ہی تو حقیقت ہے باغباں میری

منشی عظمت اللہ خاں ناز پرانے شعراء میں سے ہیں شعر گوئی میں عمر کا کافی حصہ صرف کیا ہے چونکہ صوفی منش آدمی ہیں شعر زیادہ تر خیالی دنیا میں رہکر کہتے ہیں اور خیال در خیال کبھی اسقدر دور نکل جاتے ہیں کہ دوسروں کیلئے ان کے شعر کے مطلب تک رسائی مشکل ہو جاتی ہے۔ لیکن انہوں نے کبھی اسکی پروا نہیں کی۔ انکے بعض اشعار استادانہ دردانگیز اور صاف ہوتے ہیں۔ اس مشاعرہ میں جو شعر صاحب صدر نے نشان زد کیا ہے لاجواب ہے۔

عزیز مکرم حامد سعید خاں ساحل سیمابی ٹونک کے نوجوان شعراء میں سے ہیں۔ دائرۂ ادبیہ سیمابیہ کے ایک وقیع رکن ہیں اور کلام میں وہ تمام بلاغتیں جو آگرہ اسکول کا خاصہ ہیں پائی جاتی ہیں ؎

گداز شمع و فغان ہزار و اختر صبح عجب بہاروں سے رنگیں ہے داستاں میری

مولوی محمد طاسین شاہ صاحب ذہین نے مشاعرہ کی طرح پر ردیف کے ادنیٰ تغیر سے فارسی میں بھی غزل لکھی تھی جو پڑھی نہیں گئی۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

چو مُردن است مسلّم بہ کار خلق بمیر — اگر بہ سود نہ میری بصد زیاں میری
چو وقت مرگ ندانی چہ خوف مرگ کنی — بداں کہ بیش نہ مانی نہ پیش ازاں میری
مباش بندۂ غیر و مباش بندۂ نفس — کہ دادہ اند ترا زیر آسماں میری
زمانہ آتش نمرود بر تو عرضہ نمود — اگر خلیل نۂ پس بسوز آں میری
چو زیستن متعذر شود شہید بزی — چو مردن است پئے عمر جاوداں میری
ظہورِ اسم "ممیت" است در ہمہ عالم — ذہین! بہ نام خدا با ہزار جاں میری

سید احمد علی شاہ قمر باوجود اپنے عہدے کے فرائض کے شعر و سخن کی مجالس سے بھی عہدہ برا ہوتے ہیں انکے قابلانہ اشعار سے پختہ خیالی ہویدا ہے اور تقویٰ نجابت طبعی کی غمازی کر رہا ہے ؎

حریم حسن کی رونق ہے سوز الفت سے — تری بہار کا باعث ہیں گرمیاں میری
خراب حسن بتاں ہوں بھلا جناب قمر — کہاں پہنچنے لگیں بدگمانیاں میری

زیب صاحب کا رنگِ سخن بھی مخصوص ہے۔ غم انگیزی کے ساتھ تصوف کا چاشنی دار بھی ہے۔ زیب صاحب صوفی معلوم نہیں ہوتے۔ تعجب ہے کہ یہ حسن عبارت انکے کلام میں کیوں ہے۔ وہ پڑھتے بھی خوب ہیں معلوم ہوتا ہے عالم لاہوت میں کوئی گا رہا ہے ؎

حدیثِ کن سے معنوں ہے داستاں میری — یہ کائنات ہے اک شوخیٔ بیاں میری
پکار دیئے کہ نہیں اب تمیز راہ مجھے — خبر نہیں کہ نظر رہ گئی کہاں میری

لفظ پکار دیئے پر مولانا سیماب مدظلہٗ کا ایک شعر یاد آیا ؎

ذرا کھل کر پکار اے صور مجذوبانِ الفت کو — یہ دیوانے کہیں بیٹھے نہ رہ جائیں بیاباں میں

نہرؔ صاحب کے مشاعرہ پڑھنے کا انداز بھی ایک والہانہ مستی لئے ہوئے ہوتا ہے اور اہلِ بزم پر کیف طاری ہو جاتا ہے - انکی غزل میں جنابِ شیخ کی شان میں یہ شعر قابلِ ملاحظہ ہے

یہ کہہ کے شیخ کو ساقی نے کرلیا راضی　　　جنابِ قبلہ ہے نذرِ آپ کے دکاں میری

مولانا معنیؔ اور حضرت شمیمؔ بھوپالی کی غزلیں بھی مکمل ہیں اور بزمِ مشاعرہ میں دادِ کامیابی حاصل کر چکی ہیں -

اجمیر کے اساتذہ میں سے بعض نے زمینِ طرح کے بے مزہ ہونے کا گلہ کیا تھا - پھر بھی زبان و بیان کے لحاظ سے حضرت ملشؔ - حضرت اکبرؔ - حضرت اخترؔ - حضرت شوقیؔ نے عمدہ غزلیں لکھی ہیں -

محب عزیز عرشیؔ اجمیری نے شعر گوئی کا خداداد ملکہ پایا ہے - مولانا معنیؔ کی یہ رائے بہت صائب ہے کہ اگر وہ فارسی زبان میں استعداد پیدا کرلیں تو راجپوتانہ کے نامور شعراء میں ایک یادگار مقام پیدا کرسکیں گے ؎

ہٹی نہیں ہے گلستاں سے بجلیوں کی نظر　　　چمن میں ہو نہ کہیں خاک آشیاں میری

بعض غزلوں میں مندرجہ ذیل اشعار بھی نمایاں ہیں اور مزید تحسین کے طالب ہیں ؎

مصرعِ اول	شاعر	مصرعِ ثانی
یہ کیا ہے طرزِ محبت کہ اُنکے آنے سے	کششؔ	اب اور بڑھنے لگیں بے قراریاں میری
انہوں نے بڑھ کے وہیں طرح آستاں رکھدی	بہارؔ	وفورِ غم سے جھکی تھی جبیں جہاں میری
کروں میں حشر میں شکوہ ترا معاذاللہ	زاہدؔ	الٰہی منہ میں نہ اُس روز ہو زباں میری
قفس میں آکے ہوا بے نیازِ لطفِ چمن	صہباؔ	نہ فصلِ گل ہے مری اب نہ ہے خزاں میری
کرم نہ کیجئے میری شکستہ حالی پر	خنداںؔ	کہیں نہ بنکے بگڑ جائے داستاں میری
نگاہِ ساقیٔ مخمور کا تصدق ہے	احسنؔ	رہین جام نہیں بادہ نوشیاں میری
تمہاری بزم میں آکر یہ حال ہے میرا	عیشؔ	کہ جیسے کوئی ضرورت نہ تھی یہاں میری
الٰہی خیر کہ یہ کوئے غیر ہے اور آج	نسیمؔ	رُکی رُکی سی ہے رفتار کچھ یہاں میری

زاغؔ کے ایک ظریفانہ شعر کا مصرعہ ثانی بھی لفظ ابوالکلام کی معنویت کے لحاظ سے خالی از لطف نہیں ؎

سوا ہے شہرتِ گاندھی سے میرا شہرۂ عشق　　　ابوالکلام ہے دنیا میں داستاں میری

میر احدی صاحب کے کلام میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ زبان میں عام دخل ہونے والے الفاظ کو نظم میں

اُٹھا لیتے ہیں ؎

عجب نہیں کہ زبانوں پہ سب کی آجائے سُنا ہے آئیگی ریڈیو پہ داستاں میری

جسطرح ملک الشعرا بہار خراسانی کے یہاں نئے الفاظ کو نظم کرنے کا سلیقہ ہے وہاں یہ بھی خصوصیت ہے کہ عام سیاسی خیال پر شعر کے عاشقانہ مضمون کی بنا رکھی گئی ہے جس سے شعر میں گہرائی اور لطف خاص پیدا ہو جاتا ہے میر صاحب اگر نظم الفاظ جدید کے ساتھ ہی نئے خیالات کو شعر میں پیوست کر دینے کے آرٹ کا تتبع فرمائیں تو انکے رنگ میں گہرائی پیدا ہو جائے۔

اس زمین میں اتنے سارے اشعار سننے کے بعد حضرت ریاض خیرآبادی کا بھی ایک شعر سنئے جو انکی مخصوص شگفتہ بیانی کا نمونہ ہے ؎

تم اپنے بام سے فریاد کی اجازت دو یہاں سے تو نہیں سنتا ہے آسماں میری

حصۂ غزلیات کی بابت یہ اظہار ضروری ہے کہ مشاعرہ دستور کے موافق نوجوان شعرا سے شروع ہوا تھا اور اساتذہ پر ختم۔ لیکن گلدستہ میں ترتیب بالعکس ہے۔ ایک دو جگہ حسن ترتیب کے خیال سے تقدیم تاخیر کیگئی ہے۔

بقیہ شعرا | مدعو شعرا میں سے جو حضرات مشاعرہ میں کسی وجہ سے نہ آئے یا کلام نہیں پڑھا اور نہ بھیجا انکے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔ مولانا حمید اللہ خانصاحب عرشی ۔ نواب خادم حسین خانصاحب خادم ۔ منشی محمد حسین صاحب خاک ۔ منشی عبدالرحیم صاحب ارمان ۔ خواجہ ضیاءالدین صاحب ضیا ۔ سید حسین صاحب شید بی ۔ اے ۔ سی ۔ ٹی ۔ غلام علی خاں صاحب مانی بی ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی ۔ مفتی امتیاز احمد صاحب بیتاب ۔ بیرونی شعرا میں سے مولوی نورالدین صاحب انور بیاور ۔ حکیم عبدالرزاق صاحب بیاور ۔ منشی رضا اللہ خاں رضا ٹونک ۔ منشی للتا پرشاد صاحب شاد کوٹہ ۔ شاد صاحب نے ایک دلچسپ خط تحریر کیا تھا ۔ کہ ۔ مجھے خط دیر میں ملا میں کوٹہ سے باہر گیا ہوا تھا ۔ آپنے مجھے پنڈت صاحب کے القاب سے یاد فرمایا ہے ۔ میں پنڈت کسی حساب سے بھی نہیں ۔ نہ تو برہمن ذات سے ہوں اور نہ سنسکرت کا فاضل ۔ بہ لحاظ قومیت کایستھ ۔ بخیال مذہب فقیر اور بہ سلسلۂ علم و زبان منشی شمار ہو سکتا ہوں ۔ شاد صاحب کی اپنے باب میں یہ تشریح بھی ایک شعر سے کم نہیں ۔

اجمیر میں اور بھی صاحب فہم افراد ہیں جنہیں شعر وسخن سے دلچسپی ہے لیکن چونکہ وہ بالعموم مشاعرہ نہیں پڑھتے انکے لئے زحمت سمجھکر دعوت نہیں دی گئی۔ مثلاً سید آل نبی صاحب سالک ایم۔اے۔ عبدالمجید خاں صاحب بی۔اے۔ منشی رحم غنی خانصاحب۔ منشی محمد ایوب صاحب بانع۔ اس تاریخی مشاعرہ کے ذیل اس گلدستہ میں اجمیر کے تمام قابل ذکر پرانے شعرا کا شمار آگیا ہے اور نوجوانوں کے ذکر کیلئے مستقبل کا صفحہ ابھی سادہ ہے۔

مسندِ مشاعرہ | بزم کی خوشگواری اور رونق کے باب میں الحق کہ رائے بہادر پنڈت امرناتھ اٹل صاحب کی بلند۔ بے نظیر۔ گراں مایہ۔ مجسمۂ خلق۔ سخن سنج وسخن فہم ہستی جیپور کے آل انڈیا مشاعرہ کی صدارت کے بعد سے راجپوتانہ میں اُردو زبان کی سرپرستی کے ضمن میں تاریخی شخصیت ہوگئی ہے اور شعرائیں سے ہر ایک کو فخر ہے کہ اس نے پنڈت صاحب کی صدارت میں مشاعرہ پڑھا۔ اس مشاعرہ میں فاضل رائے بہادر نے جو مختصر مگر جامع خطبہ پڑھا ہے وہ بیحد دل نشین ہے۔ جنگ کے ایام میں مشاعرہ کی ضرورت کا جو پہلو صدر محترم نے پیدا کیا ہے اسمیں واقعیت اور محاکات کے ساتھ ہی کسقدر شگفتگی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"موجودہ زمانہ کی کشمکش دماغوں پر ایسا غیر معمولی اور ناگوار بوجھ ڈالے ہوئے ہے کہ جسکو کم کرنے کیلئے ایسی صحبتوں کی ضرورت اب سے زیادہ کبھی نہیں ہوگی۔ یہاں تھوڑی دیر کے لئے ہی سہی اس فضا پر چھائی ہوئی پریشانی سے بچکر روح کو آرام اور دماغ کو سکون میسر آسکتا ہے۔ کیونکہ شعر کی دنیا ایک عالم ہی دوسرا ہے جسکی بلندی تک ہماری اس دنیا کے شور وشر کی آوازیں نہیں پہنچ سکتیں۔"

اُردو زبان کے سرپرستوں کے منہ سے نکلے ہوئے جملوں میں آپ کے خطبۂ صدارت کا یہ جملہ اُردو میں آب زر سے لکھا جائیگا:۔

"میرے نزدیک اختلافات کے طوفان میں اُردو زبان ہی وہ سنگِ بنیاد ہے جسپر ہندوستان کی مختلف قوموں کے اتحاد کی مضبوط عمارت تیار ہوسکتی ہے"

جیپور سے اس مرتبہ مولوی عبدالسلام صاحب خیال مرحوم کی کمی سینوں سے سرد آہیں پیدا کر رہی تھی۔ اہل اجمیر کے لئے گذشتہ مجلس یوم اقبال میں خیال کی شخصیت ہی مرکز توجہ رہی تھی۔ اقبال پر مدوح نے تقریر بھی کی تھی اور

اپنے کلام میں سے ایک مثلث غزل بھی سنائی تھی جسکا یہ بند یادگار ہے :- ؎

پابندِ وفا سب ہیں مومن ہوں کہ ہوں کافر ہر پھر کے وہیں آئیں ڈالا ہے عجب چکر
آزادی کے معنیٰ ہیں زنجیر کی لمبائی

مولانا خیال مرحوم ٹھاکرلاوہ کے سانحۂ قتل کے ہیرو حکیم سرور شاہ طبیب خاص نواب مولوی محمد علیخاں بہادر جنت آرام گاہ کے صاحبزادے تھے۔ والد کی نظربندی کے ایام میں قلعۂ چنار گڑھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد عرصۂ دراز تک دربار ہائی اسکول ٹونک میں زوردار ہیڈ ماسٹر رہے۔ بڑے سرکار مرحوم کے زمانہ میں بعض ریشہ دوانیوں سے ٹونک چھوڑنے کے بعد جاورہ میں مجسٹریٹ ہو گئے تھے اور پھر جیپور میں آکر سب جج ہوئے۔ ٹونک سے جسوقت روانہ ہوئے تھے تو برجستہ یہ شعر کہا :- ؎ "مرے سرکار کا ہو بول بالا ÷ بھری برسات میں گھر سے نکالا"

بے حد ذہین۔ طبّاع۔ خوش فکر۔ فاضل۔ فصیح البیان مقرّر۔ اعلیٰ مرتبت شاعر اور دلپذیر انسان تھے عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی جو شخص خیال سے مل چکا ہے وہ اُنکی ہمہ گیر اور گلبن خلق و مروت شخصیت سے محبت کا خوشرنگ اثر قبول کرکے ہی اُن کی صحبت سے اٹھا ہے۔ ان احسن الناس اسلاماً احسنہم خلقاً۔

اُردو زبان میں وہ استاد اور مستند ادیب تھے۔ عمر تقریباً ساٹھ سال سے اوپر تھی۔ اواخر رمضان ۱۳۶۱ھ میں جیپور میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ؎

ازصبا شاخ گلے خم شد و بیتاب شدم نازکیہائے سلامِ تو مرا یاد آید

اُردو زبان میں ان کی بعض غزلیں غیر فانی شہرت اور مقبولیت عام کی مالک ہیں۔ ؎

اسقدر تیرا تصور کبھی بڑھ جاتا ہے آئینہ دیکھوں تو منہ تیرا نظر آتا ہے
ہوشیاری ہے فریبِ عاشقی کھانے کا نام عاشقی ہے بند آنکھیں کرکے لٹ جانے کا نام

جے پور کے آل انڈیا مشاعرہ کا یہ شعر بہت مشہور اور مقبول ہوا ہے ؎

وہ شخص کیا کرے جسے مرنے بھی تم نہ دو مایوس اِدھر ہوا اُدھر آئے خیال میں

صدر محترم نے اس مشاعرہ میں اُردو کے اس غیر فانی اُستاد کی تعزیت کرکے بہت خستہ دلوں پر مرہم رکھا ہے۔ فلسفۂ صلوٰۃ پر مولانا مرحوم کا ایک رسالہ میرے پاس محفوظ ہے۔ خدا اُسکی طباعت کے اسباب مہیا کرے =

ضمیر مجھے گناہ کبیرہ کی حد تک مجرم قرار دیگا اگر سطور ہٰذا میں داعیٔ مشاعرہ کی اولوالعزم شخصیت کا ذکر نہ آئے۔ اور یہ مضمون تشنۂ تکمیل رہ جائیگا اگر:-

فاروقی صاحب

مخدوم و محترم عالیجناب غفران احمد صاحب فاروقی ادام اللہ اقبالہٗ کے تعارف سے خالی رہ جائے۔

آپ کا وطن مالوف **سندیلہ** ہے اور والدہ ماجدہ کی جہت سے خیرآباد سے بھی تعلق ہے۔ یہ دونوں قصبات اودھ کے پرانے اور مشہور مقامات میں سے ہیں۔ اِن خطوں کی مردم خیزی اور صاحبانِ علم و فضل سے اہل راجپوتانہ نا آشنا نہیں رہے ہیں۔

جیسا کہ ہندوستان کے قدیم خاندانوں میں دستور ہے آپنے ابتدائً عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے کا امتحان پاس کرکے دلّی کے آئی۔سی۔ایس کے امتحان مقابلہ میں توفیقِ ایزدی سے کامیاب ہوئے۔ اسکے بعد آپ ولایت تشریف لیگئے اور دو سال کیمبرج میں رہ کر جب ہندوستان واپس ہوئے تو صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ میں تعیناتی ہوئی اور اس صوبہ میں مختلف اضلاع اور محکموں میں خدمات جلیلہ انجام دیکر اگست ۱۹۴۲ء میں اسسٹنٹ کمشنر اجمیر میرواڑہ کا چارج لیا۔

جنوری ۱۹۴۳ء سے جبکہ عالیجناب معلی القاب صاحبزادہ خورشید احمد خانصاحب بہادر آئی۔سی۔ایس دام اقبالہٗ واجلالہٗ کی ذات گرامی سے چیف کمشنر کے عہدہ کو زیب و زینت ملی **مخدوم فاروقی صاحب** نے اجمیر میرواڑہ کی ڈپٹی کمشنری کے نو قائم شدہ عہدہ کو آراستہ فرمایا۔ ؎

الظّل لک اللہ البقاء فانّما ∴ بقاءک حسنٌ للزمان وطیب

اس عرصہ میں جب سے کہ فاروقی صاحب اجمیر میں ہیں آپ کے ذاتی خلق سے کثیر لوگ آشنا ہو چکے ہیں اور پھر موصوف کی شرم آگیں طبیعت کا تخیل عناں گیر ہے۔ اسلئے بطور تعارف اہل راجپوتانہ کے لئے اسی قدر پر

اکتفا کرتا ہوں ورنہ علم و ادب میں آپ کے ذہن رسا کے کارنامے - آپکے حُسن اخلاق کی داستانیں جو حلقۂ اساتذہ اور الہ آباد یونیورسٹی کے بورڈنگ ہاؤس میں ابتک پھیلی ہوئی ہیں - یادگار رہیں -

ایک ادبی لطیفہ | آپکی گلزہین ادب سے جو گلچینی میں نے کی ہے اُسمیں سے یہ ادبی لطیفہ چونکہ ذکر کا محل رکھتا ہے اور حضرت امیر مینائی کے تذکرہ میں ایک اضافہ ہے - اور یاد رکھنے کے قابل - میں اِس جگہ صرف کرتا ہوں :-

اسی مشاعرہ کے سلسلہ میں ایک دن مصرعہ پر گرہ لگانے کے ضمن میں گفتگو ہو رہی تھی - محترم فاروقی صاحب نے فرمایا کہ میری یادداشت میں کہیں سے یہ ادبی لطیفہ چلا آرہا ہے کہ لکھنؤ کی کسی صحبت سخن میں حضرت امیر مینائی کے سامنے کسی نے یہ مصرع پیش کیا ع :-

" اک نظر دیکھنے سے ٹوٹ نہ جائے ترے ہاتھ "

اور کہا اسپر مصرعہ لگا دیجے - حضرت امیر نے بہت دیر تک کوشش لیکن مصرع بہم نہ آیا - کیونکہ اک نظر دیکھنے کے ساتھ ہاتھوں کے ٹوٹ جانے یا ٹوٹ نہ جانے کا کوئی تُک نہیں ہے - حتی کہ مجلس برخاست ہوگئی - جب حضرت امیر چلنے لگے اور دروازہ سے نکلنا چاہا جسپر چلمن پڑی ہوئی تھی - اُس چلمن کو اُٹھاتے ہی فوراً مصرع ذہن میں آگیا اور جاتے جاتے چلمن تھامے ہوئے حضرت امیر نے فرمایا ے :-

" اک نظر دیکھنے سے ٹوٹ نہ جائے ترے ہاتھ
لیلیٰ اتنا تو رہنے تھا پردۂ محمل بھاری "

شکریہ | اجمیر کے رئیس اعظم سیٹھ بھاگ چند سونی او-بی-ای - ممبر لیجسلیٹیو اسمبلی مشاعرہ کمیٹی کے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس مشاعرہ سے خاص دلچسپی کا اظہار کیا - سیٹھ صاحب موصوف نے مشاعرہ کے مہمانوں کے لئے اپنی دو اسپہ بگھی عنایت فرمائی تھی - اور اس مشاعرہ کے بعد ہندی کوی سمیلن کے

اہتمام میں جو گورنمنٹ ہائی اسکول میں زیر صدارت دربار شاہ پورہ منعقد ہوا تھا سیٹھ صاحب نے خاص حصہ لیا۔ یہ کوئی سپیشل بھی حسب الحکم پراونشل آرگنائزر نیشنل وار فرنٹ اجمیر میرواڑہ طبع ہو رہا ہے۔

منشی عبدالحفیظ صاحب کاتب نے گلدستہ کی کتابت اور متفرق سرورق بنانے میں فنی دلچسپی کا ثبوت دیا ہے اور بعض وقت ترتیب کی ضرورت سے میں نے کئی کئی صفحات کٹوا کر دوبارہ لکھوائے اور کاتب صاحب نے خندہ پیشانی سے تعمیل کی۔ اسی طرح محب عزیز **عرشی صاحب** مالک کلیمی پریس نے اپنے اہتمام خاص اور والہانہ دلچسپی سے مشاعرہ کی طباعت کا کام انجام دیا۔ ان دو حضرات کا میں خاص طور سے شکر گذار ہوں۔

طباعت کی غلطیاں مولانا شبلی نعمانیؒ نے کسی جگہ اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے عجائبات میں سے جہاں تاج محل اور کوہ ہمالیہ ہیں۔ ایک چیز یہ بھی ہے کہ ہندوستان کے پریس سے کوئی کتاب صحیح چھپکر نہیں نکلتی۔ لہذا آپ مندرجہ ذیل غلطیوں کی اس مجموعہ میں درستی فرمایئں

صفحہ ۔ سطر	غلط	صحیح	صفحہ ۔ سطر	غلط	صحیح
۱۰ ۔ ۷	دقیق خدمات	وقیع خدمات	۹۴ ۔ ۱۳	گھنٹوں	گھنٹوں
۶۷ ۔ ۱۴	مولوی ایوب خاں	مولوی محمد ایوب خاں	۹۵ ۔ ۱	اس زمین	اس زمین میں
۷۷ ۔ ۴	نجات امید	امید نجات	۹۸ ۔ ۱	آئیگی	آگئی
۹۰ ۔ ۱۲	حارج	خارج	۱۰۰ ۔ ۱۴	آید	آمد
۹۰ ۔ ۱۳	اردو	اولاد	۱۰۰ ۔ ۲۰	بہت خستہ دلوں	بہتیرے خستہ دلوں
۹۳ ۔ ۱	ہوا موا موافق	ہوا موافق	۳۸ ۔ ۱۲	نہال خدم	نہالِ قدم

ابوالعرفان فضائی

بیاض
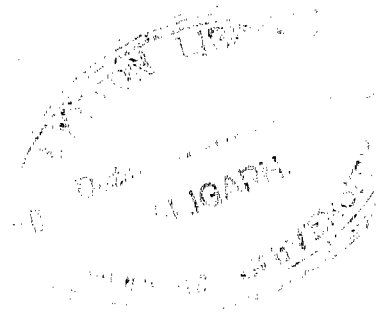
باہتمام سید محمود علی عرشی اجمیری مینجنگ پروپرائٹر "کلیمی پریس" واقع ترپولیہ گیٹ اجمیر میں طبع ہوا